کمال اتاترک

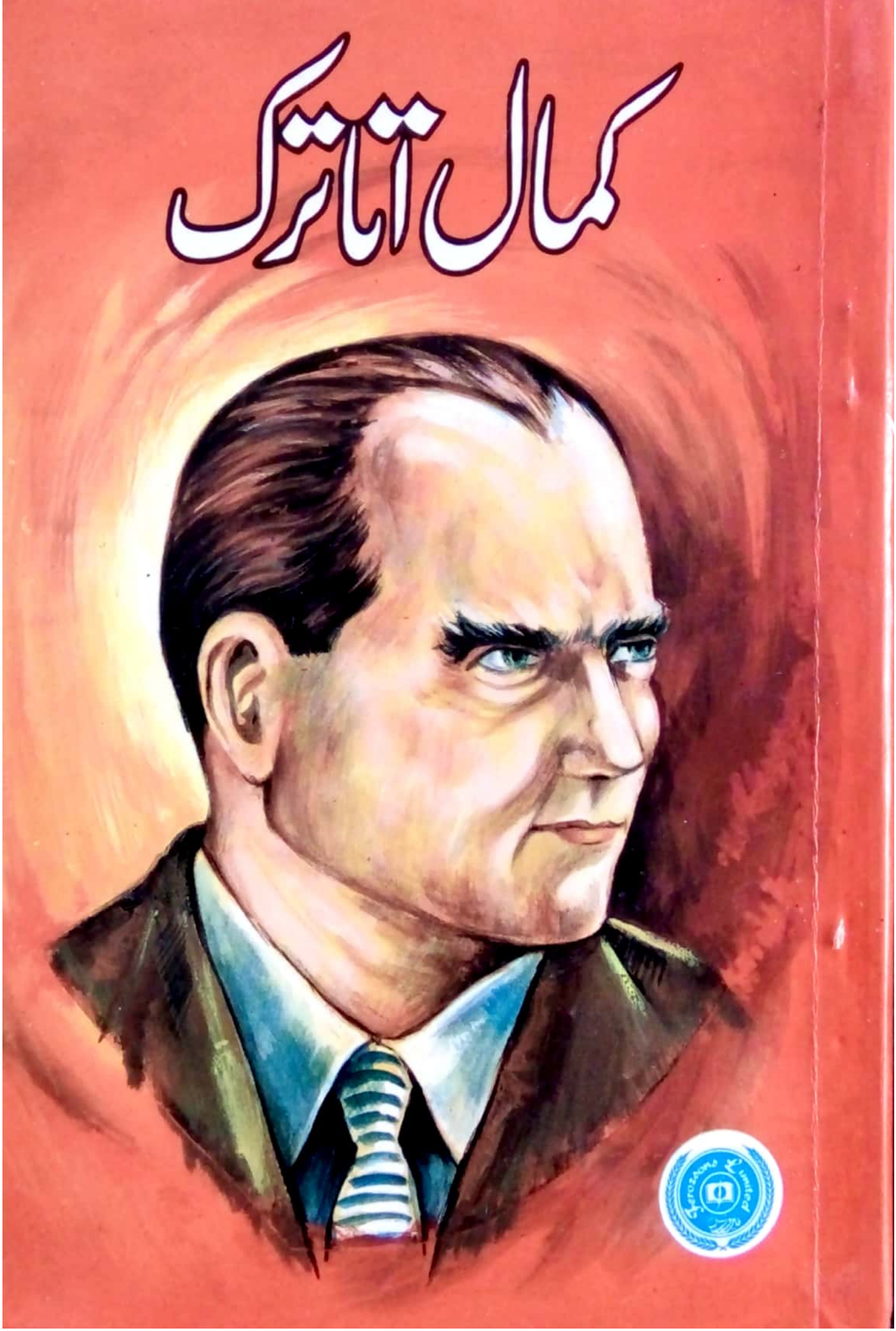

Scanned by CamScanner

9/7/2013
Khi

کمال اتاترک

امتیاز محمد خاں

M. YUSUF M. BALUCH

فیروز سنز لمیٹڈ
لاہور - راولپنڈی - کراچی

Scanned by CamScanner

ماحول

مصطفےٰ کمال ۱۸۸۱ء میں سالونیکا کے مقام پر پیدا ہوئے جو ان کا آبائی وطن تھا۔ ان کے باپ کا نام علی رضا اور ماں کا نام زبیدی تھا۔ رنگ روپ کے لحاظ سے وہ بھی اپنے والدین کی طرح سرخ سپید تھے۔ باپ ان کی ماں سے بیس سال بڑے تھے۔ خود علی رضا کے باپ ایک ابتدائی مکتب میں مدرس تھے اس لئے علی رضا ایک حد تک خواندہ رہے۔ بعد فراغت تعلیم وہ محکمۂ محصول درآمد (کسٹم) میں بطور منشی ملازم ہوگئے۔ اس محکمے کا تعلق محکمۂ اوقاف سے بھی تھا لہٰذا علی رضا کی ترقی مسدود

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

رہی۔ شادی کے وقت ان کی بیوی کے خاندان والوں نے ایک بڑی رقم طلب کی جو مفلس منشی کے پاس نہ تھی لیکن بیوی کے بھائی نے شادی طے کرا دی اور سالونیکا میں ان کی شادی ہوگئی۔

اس وقت سالونیکا کے علاقوں میں یونانی ڈاکوؤں کی راہزنی کا بازار گرم تھا۔ علی رضا کی جو شامت آئی تو انھوں نے ملازمت ترک کر کے لکڑی کی تجارت شروع کر دی اور ڈاکو دھمکی دے کر ان سے روپیہ وصول کرنے لگے۔ آخر انھوں نے رقوم وصول کرنے کے باوجود ان کے لکڑی کے گودام کو آگ لگا دی۔ اس مدّت میں ان کے وہاں پانچ بچّے پیدا ہوئے جن میں ایک مصطفےٰ کمال اور چار لڑکیاں تھیں لیکن سارے بھائی بہنوں میں سے صرف مصطفےٰ کمال اور اس کی ایک بہن سن شعور کو پہونچ سکی۔ باقی تین لڑکیاں بچپن ہی میں فوت ہوگئیں۔ والدین نے مصطفےٰ کمال کی نگہداشت کے لئے ایک حبشی آیہ کو مقرر

Digitized By M.M.B.

Scanned by CamScanner

کیا جو بڑی توجہ سے ان کی دیکھ بھال کرتی رہی۔

مصطفےٰ کمال کی ماں فطرتاً بڑی دیندار اور پابند صوم و صلوٰۃ تھیں۔ ان کو اس بات پر بڑا فخر تھا کہ ان کے خاندان والوں کی اکثریت کو شرف حج حاصل تھا۔ ماں کی خواہش تھی کہ ان کا اکلوتا لڑکا قرآن حفظ کرے اور مدرس بن جائے جس کے برعکس باپ علی رضا بڑے آزاد خیال آدمی تھے۔ چنانچہ وہ اپنے فرزند کو ایک جدید طرز کے مدرسے میں داخل کرانا چاہتے تھے لیکن ماں نے مخالفت کی اور بسم اللہ کی رسم کے بعد ہی مصطفےٰ کمال کو ایک مدرسے میں بٹھا دیا گیا جو فاطمہ ملا قدین کے نام سے موسوم تھا۔ داخلے سے پہلے ان کو جلوس کے ساتھ سالونیکا کی سڑکوں پر پھرایا گیا کیونکہ اس قسم کا جلوس رسم بسم اللہ کا جزو تھا۔

چند مہینے بعد ان کے باپ نے انھیں دینی مکتب سے اٹھا کر ایک ایسے مدرسے میں داخل

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

کرا دیا جس کا نصاب جدید طرز کا تھا۔ شہر سالونیکا میں اس وقت تقریباً آدھے یہودی آباد تھے۔ باقی آبادی میں دوسری قوموں اور مذہب کے لوگ تھے مگر اکثریت عیسائیوں کی تھی۔ یہ شہر مقدونیہ میں شامل تھا جس میں برطانوی، فرانسیسی، جرمن، اسٹروی، اطالوی اور پرتگالی قونصل خانے بھی تھے۔ الغرض مصطفٰے کمال کے زمانے میں ان کے وطن کی فضا خالص بین الاقوامی تھی اور وہ شروع ہی سے اغیار کی صحبت کے عادی ہوگئے تھے۔

جب ان کے باپ کی بچی کھچی پونجی ختم ہوگئی تو انھیں اپنا وطن چھوڑ دینا پڑا اور وہ پھر پرانی ملازمت حاصل کرنے کی کوشش میں لگ گئے لیکن اس میں ناکام رہے اور پھر تپ دق کے مرض میں گرفتار ہوکر مر گئے۔ اب مصطفٰے کمال کو مدرسہ چھوڑنا پڑا اور ان کی ماں اپنے باقی ماندہ دونوں بچوں کو لے کر ایک دیہات میں جا بسیں جہاں مصطفٰے کمال کے ماموں کھیتی باڑی کرتے تھے۔

دیہاتی زندگی سے مصطفٰے کمال کی طبیعت میں

Scanned by CamScanner

ایک بے چینی ہونے لگی اور تعلیم کی خواہش پیدا ہوگئی۔ اس گاؤں میں صرف دو مدرسے تھے۔ ایک مسلمان، دوسرا ایک یونانی پادری۔ وہ ان دونوں کے مدرسوں سے باری باری تعلیم حاصل کرنے لگے۔ مجبوراً ان کی ماں نے انھیں حصول تعلیم کے لئے سالونیکا واپس بھیج دیا۔ یہاں وہ ایک مدرسے میں داخل ہوئے لیکن چند ہی روز بعد اس مدرسے کے صدر مدرس نے انھیں بغاوت کے الزام میں نکال باہر کیا۔

اس وقت عام ترک اپنا قدیم لباس پہنتے تھے جس کا بڑا جزو شلوار تھی لیکن سالونیکا کے اطراف میں جو ترک سپاہی نظر آتے تھے ان کی وردیاں مغربی قسم کی تھیں۔ مصطفےٰ کمال کا ایک ہمسایہ فوج میں میجر تھا اور اس کا لڑکا احمد ثانوی عسکری مدرسے میں زیر تعلیم تھا۔ مصطفےٰ کمال بھی ہمسائے کی مدد سے اس فوجی مدرسے میں داخل ہوگئے۔ اس وقت ان کی عمر بارہ سال کی تھی۔ مدرسے میں انھیں علم الحساب کا ایسا ذوق و شوق ہوا کہ وہ اس علم میں اپنے استاد کے معاون بن

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

گئے۔ ترکی کے مدرسوں میں دستور یہ تھا کہ جب کوئی استاد اپنے شاگرد سے خوش ہوتا تو اس کو اپنی طرف سے ایک نام عطا کر دیتا تھا۔ والدین نے ان کا نام صرف مصطفےٰ رکھا تھا۔ استاد نے اس نام کے ساتھ لفظ "کمال" کا اضافہ کر دیا اور وہ مصطفےٰ کمال ہوگئے۔ استاد نے انھیں جماعت کا خلیفہ یعنی مانیٹر بنایا تھا لیکن یہ مدرسہ چونکہ فوجی تھا۔ اس لئے مانیٹر کو سارجینٹ کہا جاتا۔ اب وہ اپنے استاد کے دوش بدوش ہم جماعتوں کو پڑھانے لگے۔

مصطفےٰ کمال کی ماں ابھی بوڑھی نہ تھیں لہٰذا اپنے بھائی کی تحریک پر انھوں نے عقد ثانی کر لیا۔ شروع میں ان کو اپنے سوتیلے باپ سے کسی قدر حسد پیدا ہوا لیکن جب انھوں نے سوتیلے باپ کا برتاؤ اپنی ماں سے اچھا دیکھا تو وہ ان کے گرویدہ ہوگئے۔ سوتیلا باپ ان کو برابر تلقین کرتا رہتا کہ وہ توہین اور ذلت کبھی برداشت نہ کریں۔

چودہ سال کی عمر میں مصطفےٰ کمال عسکری مدرسۂ ثانوی سے فارغ ہوکر مناستر کی فوجی تربیت گاہ میں داخل ہوگئے اور تربیت گاہ کے

Digitized By M.M.B.
Scanned by CamScanner

بورڈنگ میں رہنے لگے۔ یہاں وہ پہلی مرتبہ ان فسادوں سے دوچار ہوئے۔ جو یونانی چھاپہ ماروں نے برپا کر رکھے تھے اور جن کا مقابلہ ترک چھاپہ مار بڑی جوانمردی سے کر رہے تھے۔

ابھی وہ اس فوجی مدرسے میں زیر تعلیم ہی تھے کہ یونانیوں نے ۱۸۹۷ء میں قربطہ پر حملہ کر دیا جو اس وقت ترکی حکومت میں تھا۔ ترکوں نے یونان پر براہ رومیلی ہلہ بولا۔ فوجی مدرسے میں بڑی ہلچل پڑ گئی اور طلبا کو اسلحہ سے لیس کیا جانے لگا۔ اس موقع پر مصطفےٰ کمال بھی ایک دوست کے ساتھ مدرسے سے فرار ہو گئے تاکہ ترکی فوج میں بھرتی ہو کر یونان کے مقابلے پر آ جائیں لیکن دونوں پہچان لئے گئے اور ان کو مدرسے واپس بھیج دیا۔

تعلیم سے فارغ ہو کر وہ اپنے وطن سالونیکا واپس آئے اور ہوٹلوں اور قہوہ خانوں کی سیر و تفریح کرنے لگے کیونکہ ابھی وہ سن بلوغ کی ابتدائی منزلوں ہی سے گزر رہے تھے۔ ان کے مردانہ حسن پر یونانی عورتیں فدا ہونے لگیں۔

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

مگر مصطفےٰ کمال نے اپنے کو جنسیات میں الجھنے
نہ دیا اور پاکیزہ خیالات اور بلند حوصلوں کی
پرورش جاری رکھی۔

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

جمعیت اتحاد و ترقی کا زور

ترکوں کی یہ جماعت ہندوستان میں "انجمن" کے نام سے موسوم تھی لیکن اس کا باضابطہ نام "جمعیت اتحاد و ترقی" تھا جس کو ۱۸۸۹ء میں ابراہیم تیمور نے قائم کیا جو ابراہیم آدھم بھی کہلاتا تھا۔ شروع میں اس جمعیت کی رکنیت طلباء طبیہ مکتبہ عسکریہ (یعنی ملیٹری میڈیکل اسکول) تک محدود تھی۔ جس کا مقصد صرف یہ تھا کہ سلطان عبدالحمید کو معزول کیا جائے لیکن ۱۸۹۲ء میں سلطان موصوف کو اس سازش کا پتہ چل گیا۔ چنانچہ سلطان نے مکتبہ کے مہتمم علی صائب کو برطرف کر دیا۔ اور بعض طلباء کو

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

بھی گرفتار کر لیا لیکن باوجود اس اقدام کے یہ جمعیت بڑھتی رہی حتیٰ کہ ۱۸۹۶ء سے بااثر لوگ بھی اس میں شریک ہونے لگے۔

اس زمانے میں بیشتر حریت پسند ترک متعدد مغربی شہروں میں جلاوطن تھے جنھوں نے اپنے اپنے شہروں میں خصوصاً اور پیرس میں جمعیت کی شاخیں کھول لی تھیں اور ترکی زبان میں بعض اخبار بھی نکالتے تھے جو خفیہ طور سے ترکی بھیجے جاتے۔ ان اخباروں میں ایک اخبار موسومہ "مشاورت" خاص طور سے قابل ذکر ہے جس کا مدیر اور مالک "احمد رضا" تھا۔

یہ جمعیت شروع ہی سے "نوجوان ترک جماعت" کی ترجمان تھی جو اپنے ملک میں جمہوری طرز کی حکومت قائم کرنا چاہتی تھی۔ انگلستان میں جلاوطن ترکوں نے "حریت" کے نام سے ۱۸۹۲ء میں ایک اخبار نکالنا شروع کیا جو یورپ میں ترک آزادی پسندوں کا پہلا اخبار تھا۔ اس قسم کے اخباروں کا مقصد یہ تھا کہ ترکوں میں ایک علیحدہ قوم ہونے کا احساس پیدا

Digitized By M.Y.N.B.

Scanned by CamScanner

ہو۔اسی کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں کو بھی مسلمانوں کی طرح جملہ حقوق شہریت دئے جائیں لیکن اس زمانے میں غیر مسلم گروہ کی اکثریت عیسائی تھی جو یورپ کی عیسائی حکومتوں بالخصوص روس سے سازشیں کر رہی تھی۔

فوجی ملازمت کے دوران میں جمعیت اتحاد و ترقی کے مقابلے میں مصطفےٰ کمال نے اپنے چند رفیقوں کے ساتھ ۱۹۰۶ء میں ایک جماعت "انجمن وطن و حریت" کے نام سے قائم کی اور اس کی شاخیں دمشق اور یروشلم میں بھی کھولیں لیکن چند ہی دنوں بعد انھیں محسوس ہوا کہ یہ نئی انجمن جمعیت اتحاد و ترقی کے مقابلے کی تاب نہ لا سکے گی۔چنانچہ انھوں نے اپنا تبادلہ سالونیکا کرالیا جو ان کا اپنا وطن تھا مگر انجام کار ان کی انجمن کو جمعیت اتحاد و ترقی میں مدغم ہونا پڑا۔

جمعیت اتحاد و ترقی کا سب سے بڑا کارنامہ ۱۹۰۸ء کا انقلاب تھا جو "نوجوان ترک انقلاب" کے نام سے موسوم ہوا۔اس انقلاب کے نتیجے

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

میں سلطان عبدالحمید معزول ہوئے ——
انقلاب میں بکتاشی درویشوں کے حلقے نے
نمایاں حصہ لیا تھا کیونکہ یہ درویش ترکی زبان
اور ترکی قومیت کے حامی تھے۔ اس کے
علاوہ جملہ عیسائی جماعتیں بھی انقلاب میں
شریک تھیں۔ جن کا نظریہ یہ تھا کہ ترکی حکومت
کا شیرازہ بکھرنے سے عیسائی اقلیتوں کو عیسائی
حکومتوں سے سازشیں کرنے میں مدد ملے گی۔
یہ اقلیتیں شروع ہی سے چاہتی تھیں کہ
عیسائی حکومتیں ترکی کے اندرونی معاملات میں
مداخلت کریں۔

انقلاب میں مصطفےٰ کمال کا کردار

یہ انقلاب ۱۹۰۸ء میں شروع ہوا تو
مصطفےٰ کمال اسٹاف کپتان کے عہدے پر فائز
تھے۔ انقلابیوں نے محسوس کیا کہ سب سے پہلے
عسکری کمیٹیوں کا قائم ہونا ضروری ہے ——
مصطفےٰ کمال شروع ہی سے انقلاب پسند
تھے لہذا جس دن وہ عسکری کالج سے فارغ التحصیل

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

ہوکر نکلے اسی دن ان کو گرفتار کر لیا گیا لیکن تنبیہہ کر کے دمشق میں تعینات کر دیا گیا۔ یہ واقعہ ۱۹۰۶ء یعنی انقلاب سے دو سال پہلے کا ہے۔

دمشق پہونچ کر ان کی ملاقات بعض ہم خیال ترک افسروں سے ہوئی جن میں تین شخصیتیں قابل ذکر ہیں۔اسٹاف کپتان مفید اُزدلیش، سلیمان بے، ڈاکٹر حاجی مصطفےٰ ایے۔ ان سب نے مل کر دمشق میں "انجمن وطن و حریت" قائم کی۔اس انجمن کے جمعیت اتحاد و ترقی میں مدغم ہونے سے پہلے اس کی شاخیں جافہ اور دیگر مقامات پر کھولی گئیں۔ پھر اس کو سالونیکا منتقل کر دیا گیا کیوں کہ اس وقت یہ شہر بڑا وسیع المشرب تھا جس کی آبادی میں یوروپین اقوام کے لوگ بکثرت تھے اور ترکوں کی تعداد بہت کم تھی۔

مملکت عثمانیہ کی زبوں حالی

مصطفےٰ کمال جب باضابطہ فوجی افسر مقرر ہوئے تو انھوں نے دیکھا کہ اہل مغرب ان کی قوم کو "مریض نیم جاں" کے لقب سے پکارتے ہیں اور اس کی موت

Scanned by CamScanner

سے پہلے ہی اس کے ورثے کو آپس میں تقسیم کرنے پر تلے بیٹھے ہیں۔ ترکوں کی عظیم الشان مملکت، جو اپنے دور کا عالم اسلام تھی، اب مقدونیہ تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ یونان آزاد ہو چکا تھا اور اپنے حدود سلطنت بڑھانے کی فکر میں تھا۔ تمام مغربی ممالک اور خصوصاً روس تو ترکوں کا جانی دشمن تھا۔

ترکوں کی روح اپنے تنزل کے احساس سے بے چین تھی لیکن انسداد کے بارے میں ان کے درمیان سخت اختلاف تھا اور نظریاتی طور پر وہ تین طبقوں میں تقسیم ہو گئے، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

اوّل۔ وہ طبقہ جس کا قائد ضیاء گوکلپ (وفات ۱۸۸۰ء) وغیرہ تھے۔ یہ طبقہ مغربی تمدن کو سو فیصد اپنانے کے حق میں تھا۔

دوم۔ وہ طبقہ جس کی قیادت شیخ الاسلام کے ہاتھ میں تھی۔ اس طبقے کے بیشتر پیرو قدامت پسند ترک تھے جن میں علماء بھی شامل تھے۔

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

اس طبقے کا عقیدہ تھا کہ مغرب کی ہر چیز کو پس پشت ڈال کر ٹھیٹ اسلامی اور ترکی روایات کو زندہ کیا جائے۔

سوم۔ ان دو طبقوں کے درمیان ایک تیسرا طبقہ تھا جس کا قائد ابراہیم شناسی (۱۸۲۶ء تا ۱۸۷۱ء) تھا۔ یہ طبقہ میانہ روی کا قائل تھا۔ اس کا اصول "خذ ما صفا ودع ما کدر" تھا۔ یعنی اچھی چیز لے لو اور بری چیز چھوڑ دو۔ گویا یہ طبقہ چاہتا تھا کہ یورپ اور مشرق کی اچھی باتیں اختیار کر لی جائیں اور بری باتوں سے، خواہ وہ مغرب کی ہوں یا مشرق کی، گریز کیا جائے۔

زوال کے مسئلے میں تمام ترک بلاشبہ متفق الرائے تھے لیکن علاج کے معاملے میں ان کے مابین سخت اختلاف تھا۔ بالفاظ دیگر ترکی ایک ایسے دور سے گزر رہا تھا جس سے ہندوستان کے مسلمان سرسید سے پہلے (۱۸۱۷ء تا ۱۸۹۸ء) گزرے تھے۔

مصطفےٰ بچشم خود زوال کی تیز رفتاری کو

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

دیکھ رہے تھے اور مشاہدہ کر رہے تھے کہ
ترکوں کی پیش قدمی نہ صرف رک ہی گئی ہے
بلکہ اب وہ پیچھے ہٹتے چلے جا رہے ہیں۔

انیسوی صدی کے وسط میں نامک کمال
نامی ایک ڈرامہ نویس تھا جس نے ترکوں
کو قوم پرستی کی تلقین کی تھی اور شخصی حکومت
کی بھی مذمت کی تھی۔ فوجی طلباء کے لئے
اس کے ڈرامے پڑھنا ممنوع تھے۔ ابراہیم شناسی
کے اخبار "تصویر افکار" میں اس کے مضامین
شائع ہوتے تھے اور ڈرامہ موسومہ "وطن" بھی
اسی میں چھپا تھا جس کو حکومت نے ضبط
کر لیا تھا اور نامک کمال کو قبرص میں
جلا وطن کر دیا تھا۔

نامک کمال اس بات کا بھی قائل تھا کہ
اگر ترک از سر نو زندہ ہو سکتے ہیں تو صرف
اسلام کے نام پر۔

اس نے شریعت اسلام کی تاویل کر کے
یہ ثابت کرنے کی کوشش بھی کی تھی کہ مون ٹیسکیو
کا مشہور "معاہدہ عمرانی" شریعت کے مطابق

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

ہے کیونکہ نامک کمال کا کہنا تھا کہ شریعت اسلام قوانین فطرت پر مبنی ہے اور قوانین فطرت آزادی کی تلقین کرتے ہیں۔ شرعی بیعت کو بھی وہ معاہدۂ عمرانی کے مرادف قرار دیتا تھا۔ الغرض مغربی اثرات مصطفیٰ کمال کی ولادت سے پہلے ہی ترکوں میں پہونچنا شروع ہوگئے تھے جو اسلامی جامے میں پیش کئے جاتے تھے۔

مصطفیٰ کمال کی اوائل عمری میں علماء کا بڑا زور تھا جس طرح ہندی مسلمانوں میں سرسید سے پہلے تھا۔ اس زور کی اصل وجہ یہ تھی کہ ترک چاروں طرف سے صرف غیر مسلموں ہی سے نہیں بلکہ دشمنان اسلام سے گھرے ہوئے تھے۔ اس لئے علماء کا دعویٰ تھا کہ ایسی حالت میں ترکوں کی نجات صرف اسی میں ہے کہ وہ اسلام کی رسی کو بڑی مضبوطی سے پکڑے رہیں جس کے برعکس نامک کمال کی تلقین تھی کہ ترک شدت کے ساتھ قوم پرستی اختیار کریں۔

Digitized BY M.M.F.

Scanned by CamScanner

یورپ کی مذہبیت حب وطن کے نام سے
قوم پرستی کا چولا اختیار کر چکی تھی جس سے
ترک متاثر ہوئے بغیر نہ رہے لیکن ترکوں
میں جب قوم پرستی کی امنگ پیدا ہوئی تو اس
کا پہلا نتیجہ تو یہ برآمد ہوا کہ عرب ان سے بددل
ہو گئے۔

مصطفےٰ کمال کی اوائل عمری ہی میں عربوں
نے چھوٹی موٹی بغاوتیں شروع کر دی تھیں
اور پہلی عالمگیر جنگ کے دوران تو مصطفےٰ کمال
نے دیکھ ہی لیا تھا کہ فتنہ انگیز لارنس کے
جھانسے میں آکر عربوں نے کیسی زبردست بغاوت
کی تھی۔ جس کے بعد مصطفےٰ کمال نے فیصلہ
کر لیا تھا کہ عرب ترکوں کے لئے آفت جان
ہیں۔

۱۹۰۸ء کے انقلاب میں سلطان عبدالحمید
کو معزول کر دیا گیا تھا اور پارلیمانی حکومت
بھی قائم کر دی گئی تھی لیکن کسی قوم کی ذہنیت
صرف چند برسوں میں نہیں بدلی جا سکتی۔ ترک
تو صدیوں سے شخصی حکومت کے عادی رہے

Digitized By M.V.M.B.

Scanned by CamScanner

تھے ۔ وہ سوال پر سوال کرنے لگے اور قدم قدم پر اعتراضات کی بھرمار ہونے لگی۔ فرسودہ خیالات اور جدید ترین طرز حکومت کی ہم آہنگی بڑی دشوار تھی جس نے حالات کو بد سے بدتر کر دیا اور ہر طرف ایک افراتفری پھیل گئی۔

ترکوں نے ۱۹۰۸ء کا انقلاب اس امید پر برپا کیا تھا کہ اہل مغرب ہمیں "وحشی" نہ کہیں گے لیکن نتیجہ بالکل برعکس نکلا۔

یورپ نے پیشین گوئی کر دی کہ یہ فرسودہ اور دقیانوسی قوم ہمارے خیالات کی ترجمانی نہیں کر سکتی ۔ ترک جمہوریت کی الجھنوں میں پڑکر گروہوں میں منقسم ہو جائیں گے اور ترکی کے پرخچے اڑ جائیں گے۔

روس گھات میں تھا ہی وہ مغربی حکومتوں سے خفیہ معاہدوں کے ذریعہ ترکی کے حصے بخرے کرنے کا سودا کرنے لگا۔

جن ملکوں نے ترکی کو قبل از مرگ مردہ تصور کر لیا تھا ان میں اٹلی پیش پیش تھا

Digitized By M.Y.M.D

Scanned by CamScanner

جس کی نظر طرابلس پر تھی ۔اس کے
علاوہ بلقانی قومیں بھی قوم پرستی کے
زعم میں آکر ترکوں کی غلامی کا جوا
گردن سے اتار پھینکنے کے لئے بے چین
تھیں چنانچہ اٹلی نے انقلاب کے صرف
ڈھائی سال بعد طرابلس پر حملہ کردیا
بلقانی قوموں نے اپنی آزادی حاصل
کرنے کے جواز میں یہ عذر پیش کیا کہ
ترک بڑے متعصب مسلمان ہیں ۔اسلام
عیسائیت کے مقابلے میں گھٹیا ہے اور
ایک گھٹیا قوم کو بڑھیا قوموں پر حکومت
کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا حالانکہ
حقیقت یہ تھی کہ بعد انقلاب ۱۹۰۸ء
بانیان انقلاب نے غیر مسلموں کو بھی
مساوی حقوق دئے تھے۔

انقلاب کا ایک نتیجہ یہ بھی رونما
ہوا کہ بلغاریہ کی طرف سے اعلان
آزادی کر دیا گیا ۔ دوسری طرف آسٹریا
نے ترکوں کے قدیم علاقوں ہرزی گونہ

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

اور بوزنیہ کو اپنی سلطنت میں شامل کر
لیا کیونکہ یہ علاقے ایک عرصے سے آسٹریا
کے زیر اثر تھے۔

Digitized By M.Y.M.B.

مصطفےٰ کمال ایک عرب شیخ کے لباس میں

Scanned by CamScanner

جنگ طرابلس

۱۹۰۸ء کے انقلاب کے دوران مصطفےٰ کمال کا انورپے اور دیگر بانیان انقلاب سے اختلاف پیدا ہو گیا تھا اور وہ لوگ چاہتے تھے کہ انھیں کسی طرح مصطفےٰ کمال سے چھٹکارہ مل جائے۔

برطانیہ مصر پر قابض تھا اس لئے ترکی سے طرابلس جانے کا راستہ مسدود تھا۔ جب طرابلس میں حالت دگرگوں ہوئی تو حکومت نے انورپے اور مصطفےٰ کمال کو روانہ کیا۔ جو انگریزوں کی گرفت سے بچنے کے لئے بھیس بدل کر سفر پر روانہ ہو گئے۔ مصطفےٰ کمال کا

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

شروع ہی سے خیال تھا کہ ترکوں کو اصل خطرہ علاقۂ بلقان سے ہے ۔ اگر ان کا بس چلتا تو وہ طرابلس سے دست بردار ہو کر جنگ بلقان کی تیاریاں شروع کر دیتے ۔

اس کے برعکس انور بے عالمِ اسلام پر اثر قائم رکھنے کے لئے طرابلس کا دفاع ضروری سمجھتے تھے ۔ ترکوں کی رائے عامہ بھی طرابلس کو بچانے کے حق میں تھی لیکن مصطفےٰ شروع ہی سے ترکوں کو ایک علیحدہ قوم کی صورت میں دیکھنا چاہتے تھے ۔ بہرحال انھیں طرابلس کے دفاع کے لئے جانا پڑا ۔

وہ عام ترکی لباس میں تھے اور جعلی پروانہ راہ داری پر سفر کر رہے تھے کیونکہ برطانیہ خفیہ طور پر اٹلی کے حق میں تھا ۔ قاہرہ میں وہ ریل پر سوار ہوئے تو ایک مصری افسر نے حکومت برطانیہ کے حکم سے ریل کی تلاشی لی کیونکہ اس کو معلوم ہو گیا تھا کہ چند ترک افسر طرابلس جا رہے ہیں مگر یہ مصری افسر مسلمان تھا ۔ چنانچہ مصطفےٰ کمال

Digitized By M.F.M.B

Scanned by CamScanner

نے اس کو اسلام کا واسطہ دیا اور اس نے
تین افسروں کو جانے کی اجازت دے دی
تین کو روک لیا مگر دوسرے دن ان تین
میں سے دو کو بھی چھوڑ دیا گیا۔

اہل مصر بھی جنگ طرابلس کو جہاد
قرار دیتے تھے۔ انھوں نے ایک خفیہ جماعت
بھی تشکیل کی تھی اور ترک افسروں کی
امداد کے لئے ایک مرکز بھی قائم کیا تھا
جہاں سے باربرداری کے لئے اونٹوں کا
انتظام کر دیا جاتا تھا۔ ایک ہفتہ بعد
یہ لوگ ایک سرحدی مقام پر پہنچے جہاں
انھوں نے عربی لباس اتار کر اپنی وردیاں
پہن لیں اور روانہ ہونا ہی چاہتے تھے
یکایک انگریز افسر مصری سپاہیوں کے دستے
کے ساتھ نمودار ہوا اور اس نے ان کا
راستہ روک لیا۔

مصطفٰی کمال نے اس موقع پر بھی اپنی
جماعت کی ترجمانی کی اور انگریز کو دھمکی
دی کہ یہ علاقہ ترکی حکومت کا ہے۔ کسی

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

انگریز کو یہاں آنے کا کوئی حق نہیں۔ انگریز نے کہا کہ یہ علاقہ ہمارا ہے لیکن مصطفےٰ کمال اپنی بات پر اڑے رہے۔ بالآخر انگریز نے ان لوگوں کو جانے کی اجازت دے دی جس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ اس کے سپاہی مسلمان تھے۔ دو دن بعد یہ لوگ تبروک کے قریب جا پہونچے۔

یہاں انھیں معلوم ہوا کہ اطالوی فوج شہر طرابلس اور شہر بن غازی اور دیگر ساحلی مقامات پر قبضہ کر چکی ہے اس لئے ان لوگوں کو تبروک ہی میں مورچے قائم کرنے پڑے۔ ان کے پاس ایک مختصر فوج تھی لہٰذا انھوں نے سنوسیوں سے امداد طلب کی اور انورپے نے انھیں روپیہ دے کر ترکوں کے ساتھ ملا لیا۔ یہ سنوسی درویشوں کے بڑے قائل تھے کیونکہ ان کا سب سے نامور قائد درویش منش تھا۔

یہ مصطفےٰ کمال کی سیاسی سوجھ بوجھ تھی کہ اس زمانے میں انھوں نے بھی درویشی لباس

اختیار کر لیا۔

سنوسی قبائل آپس میں قبیلہ وارانہ دشمنی رکھتے تھے۔ ایک قبیلے کا سردار مبری نامی تھا۔ مصطفےٰ کمال نے اس پر اطالوی جاسوس ہونے کا الزام لگا کر کہا کہ بمجبوری اب دوسرے سنوسی قبیلے کی مدد حاصل کی جائے گی۔ یہ چال کامیاب ہو گئی اور مبری اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے جہاد پر راضی ہوگیا۔ دوسرے دن وہ اپنے قبیلے کو لے کر آگیا۔ جس کو بندوقیں دے دی گئیں اور وہ مسلح ہوکر جنگ پر تیار ہوگیا انھوں نے مشترکہ دفاع میں دشمن کو مار بھگایا تو ستر اطالوی توپیں اور دوسو سپاہی ان کے ہاتھ لگے لیکن قیدیوں کو کھلانے کے لئے ان کے پاس کچھ نہ تھا اس لئے انھوں نے ان کو رہا کر دیا مگر باوجود مسلسل کوششوں کے یہ مجاہد تبروک فتح نہ کرسکے۔ صرف اطالوی فوج کی روک تھام پر اکتفا کرتے رہے ــــــ بحری راستوں پر اطالوی بیڑا مسلّط

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

تھا اس لئے اسلحہ دوسرے ملکوں سے ہوکر آتا تھا اور یہ دشواری بے سروسامانی کا سبب بنی ہوئی تھی۔

ترکی کی حالت اس زمانے میں اتنی خراب تھی کہ اس کے پاس صرف ایک جنگی جہاز موسومہ "حمیدیہ" کام کا تھا۔ جو ایک امریکی بحنم پاشا کے زیر کمان تھا اور یہ جہاز بھی درۂ دانیال کے باہر تھا اس لئے اسلحہ پہونچانے کے لئے اس کا عدم وجود بھی یکساں تھا۔

طرابلس میں جب لڑائی کی حالت نازک ہوئی تو مصطفےٰ کمال نے اپنا اڈا درسنہ منتقل کر دیا اور ۱۹۱۲ء کے موسم خزاں تک وہ وہیں ٹھہرے رہے۔ یہ پہلا موقع تھا جب مصطفےٰ کمال نے انورپے کے ماتحت رہ کر کام کیا جن کی شجاعت ترکوں میں مسلم تھی۔

مصطفےٰ کمال نے محسوس کیا کہ انورپے کسی عملی اقدام سے زائد خیالی پلاؤ پکاتے رہتے ہیں اس لئے اکثر موقعوں پر انھوں

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

نے انورپے کی رائے سے اختلاف کیا۔
جنگ جاری تھی۔ مصطفےٰ کمال کی پیش بین نظر نے دیکھ لیا تھا کہ اطالوی فوج کو شکست دینا ممکن نہیں اس لئے ان کے نزدیک اس بے سود جنگ کو ختم کر دینا ہی بہتر تھا لیکن انورپے کا خیال اس کے برعکس تھا۔ وہ طرابلسی عربوں کی سلطانی کا خواب دیکھ رہے تھے اور انھوں نے اپنی حکومت کو بھی اس ارادے سے مطلع کر دیا تھا۔ اب انھوں نے درنہ سے آگے بڑھنے کی کوشش کی مگر اس مقام پر اتنا جانی نقصان ہوا کہ وادیٔ درنہ شہیدوں کی لاشوں سے پٹ گئی۔
اس عرصے میں مصطفےٰ کمال کو میجر کا عہدہ ملا۔ یہ اس عزم کا انعام تھا جو انھوں نے طرابلس جانے میں دکھایا تھا۔ طرابلس میں چند اور جوشیلے افسر موجود تھے جو مصطفےٰ کمال کے ہم نوا تھے اور ان کے شانہ بشانہ آگے بڑھنا چاہتے تھے۔ مصطفےٰ کمال

Digitized By M.Y.M.P.

Scanned by CamScanner

کی طرح ان کا بھی خیال تھا کہ ترکی میں
ایک نیا انقلاب آنا چاہیئے۔
انھیں دنوں مصطفےٰ کمال نے طرابلس سے
اپنے ایک دوست صالح کو خط لکھا جس
کے چند اقتباسات پیش ہیں:-
سپاہی کے پیشے میں جو بات مجھے
سب سے زیادہ پسند ہے وہ ہنرمندی
ہے۔ اگر ہمیں یہاں وقت اور موقع
ملا تو ہم اس ہنرمندی کے تقاضوں
کو پورا کریں گے اور اس طرح وہ
خدمت انجام دیں گے جو ہمارے
ملک کے حق میں ہوگی۔ صالح!
خدا گواہ ہے کہ اب تک میرا مدعا یہ
رہا ہے کہ میں فوج کا ایک کارآمد
عنصر ثابت ہوں۔ ایک مدّت سے
مجھے یقین ہے کہ تحفظ عامّہ اور ملک
کی بہبودی کا تقاضا ہے کہ سب
سے پہلے ہم دنیا پر واضح کریں کہ
ہماری فوج آج بھی پرانی ترکی فوج

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

کی طرح ہے۔"

جنگ طرابلس کے زمانے میں ترکی کی حکومت اراکین جمعیت اتحاد و ترقی کے ہاتھ میں تھی لہٰذا طرابلس کی شکست پر پارلیمانی ممبران نے حکومت پر سخت حملے کئے جس کے نتیجے میں موجودہ پارلیمان کو منتشر کرکے نئے انتخابات کا حکم دے دیا گیا لیکن نئی پارلیمان کے لئے جو اراکین منتخب ہوئے وہ بھی بیشتر حکومت کے حق میں تھے۔ اب مخالفین کے لئے بجز بغاوت کے کوئی راستہ نہ تھا۔ اس لئے بعض مسلح نوجوان فوجی افسروں نے ایک جماعت بناکر رومیلی کی پہاڑیوں پر قبضہ کر لیا۔ نعرہ ہائے حریت بلند کرکے مطلق العنان سلاطین کی جگہ لے لی اور موجودہ حکومت کی برطرفی کا مطالبہ کر دیا۔ مطالبات کی ایک طویل فہرست تھی جس میں ایک دفعہ

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

یہ بھی تھی کہ فوج کو سیاست سے الگ رکھا جائے۔

جنگ بلقان

اس عرصے میں البانیہ بھی علم بغاوت بلند کر چکا تھا۔ اس کی حکومت مستعفی ہوگئی تھی اور ایک آزاد خیال حکومت نے انتظام کی باگ ڈور سنبھال لی تھی۔ تمام فوجی افسر حلف اٹھا چکے تھے کہ وہ سیاسی امور سے کوئی واسطہ نہ رکھیں گے، کسی خفیہ جماعت میں شریک نہ ہوں گے اور نہ حکومت کے کسی معاملے میں دخل دیں گے۔

ابھی جنگ طرابلس سے پوری طرح چھٹکارا نہ ملا تھا کہ بلقانیوں نے روس کی شہ پر متحد ہوکر مملکت عثمانیہ پر حملہ کر دیا۔ یونان بھی سرویا اور بلغاریہ کا شریک ہو گیا اور مونٹی نیگرو بھی جنگ میں کود پڑا۔ ان حالات میں ترکوں کے

Digitized By M.V.M.B.

Scanned by CamScanner

لئے طرابلس سے دست بردار ہوکر اٹلی سے صلح کر لینے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ سنہ ۱۹۱۲ء میں ترک چاروں طرف سے دشمنوں میں گھر گئے۔

مصطفےٰ کمال بعجلت واپسی کے لئے روانہ ہوئے مگر ابھی وہ قاہرہ ہی پہنچے تھے کہ سرویا کے مناستر فتح کر لینے کی خبر ملی اور اس کے بعد ہی معلوم ہوا کہ یونان نے ان کے وطن سالونیکا پر قبضہ کر لیا۔ اس بار قاہرہ میں انھیں کوئی دقت پیش نہ آئی۔ انگریز حکام نے صاف صاف کہہ دیا کہ ہم آپ کو خوب پہچانتے ہیں۔

جنگ بلقان کے نازک حالات

مصطفےٰ کمال جب قسطنطنیہ پہنچے تو جنگ بلقان قریب قریب ختم ہو چکی تھی۔ مقدونیہ مع سالونیکا یونانیوں کے ہاتھ لگ چکا تھا اور ان کی ماں اور بہن دیگر

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

پناہ گزینوں کی طرح قسطنطنیہ آگئی تھیں
باشندگان مقدونیہ و سالونیکا بیشتر عیسائی
تھے اور یونانی کلیسا کے پیرو تھے اس
لئے انہوں نے یونانی فوج کا پھولوں سے
استقبال کیا تھا۔

اپنے وطن کے اس انجام پر مصطفےٰ کمال
کو بڑا قلق ہوا۔ ان کی نگاہ میں ترکوں
کی شکست کی اصل وجہ یہ تھی کہ بدنظمی
کے باعث باربرداری کا انتظام بگڑ گیا تھا
اور ترکی فوج اسلحہ اور دیگر سامان جنگ
سے محروم ہوگئی تھی۔ مگر وہ اس کے لئے
کیا کر سکتے تھے۔

مصطفےٰ کمال سخت ذہنی الجھنوں میں
تھے پھر بھی انھوں نے کسی نہ کسی طرح
ماں بہن کا پتہ لگایا۔ آخر انھوں نے ایک
گھر تلاش کرکے ان کو بسایا اور ادھر سے
مطمئن ہوکر قومی مسائل کی طرف متوجہ
ہوئے۔

ترکی فوج نے شتلجہ کو اب تک بلغاریوں

Digitized By M.Y.N.B.

Scanned by CamScanner

کے ہاتھ نہ پڑنے دیا تھا ۔ اڈریانوپل (ادرنہ) ابھی محفوظ تھا اور ترک اپنے جنگی جہاز "حمیدیہ" کی وجہ سے ہمت نہ ہارے تھے حالانکہ وزیراعظم کامل پاشا ادرنہ سے دست بردار ہونے پر راضی تھا لیکن ابھی یہ شہر دشمنوں کے ہاتھ نہ لگا تھا ۔ اس زمانے میں "حمیدیہ" کا کمانڈر رؤف بے تھا جو آگے چل کر بہت مشہور ہوا ۔ یہ وہی رؤف بے تھا جس نے پہلی عالمگیر جنگ کے خاتمے کے بعد مصطفےٰ کمال سے ٹکر لی اور بالآخر جلاوطن ہوکر علی گڑھ بھی پہونچا جہاں اس کا بڑا پُرجوش استقبال کیا گیا ۔

دشمن ادرنہ کی طرف بڑھ رہے تھے اور ترکی حکومت خاموش تھی ۔ انور بے جب طرابلس سے واپس ہوئے تو انھوں نے اس اقدام کی سخت مخالفت کی ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ سلطان نے کامل پاشا کو برطرف کرکے اس کی جگہ محمود شفقت پاشا کو وزیراعظم بنا دیا ۔ مصطفےٰ کمال انور بے کی اس مداخلت

Scanned by CamScanner

سے خوش نہ تھے کیونکہ ان کا نظریہ یہ تھا کہ فوج کو سیاسی امور سے کوئی واسطہ نہ رکھنا چاہیئے۔

جنگ بلقان کے دوران یونانیوں اور ان کے ساتھیوں نے ادرنہ کا بھی محاصرہ کر لیا تھا لیکن جب بلقانی ریاستوں میں آپس میں پھوٹ پڑی تو انور بے نے اس سے فائدہ اٹھا کر پھر ادرنہ پر قبضہ کر لیا۔ جس سے ان کی شہرت میں بڑا اضافہ ہو گیا اور سلطان نے انھیں پاشا بنا دیا۔ کہا جاتا ہے کہ انور پاشا نے انور بے کا خاتمہ کر دیا۔

جنگ بلقان کے بعد ترکی حکومت ارباب ثلاثہ پر قائم ہوئی جس کے ارکان انور پاشا، جمال پاشا اور طلعت پاشا تھے۔ انور پاشا کی یکایک شہرت مصطفیٰ کمال کو کچھ بھلی نہ لگی لیکن اڈریانوپل کے گورنر نے ان دونوں میں صلح کرا دی۔

ترکی کے لئے یہ جنگ ایک ضرب کاری

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

کی حیثیت رکھتی تھی ۔ جس کے بعد ترکی حکومت صرف ادرنہ تک محدود ہوکر رہ گئی۔ یونانیوں اور سرویوں کو بلغاریہ کا مفتوحہ علاقہ دے دیا گیا ۔ البتہ انور پاشا کو اس جنگ سے فائدہ پہنچا ۔ وہ ترکی کے وزیر جنگ مقرر ہوگئے ۔ چونکہ طلعت پاشا غیر فوجی محکموں سے متعلق تھے اس لئے صرف انور بے اور جمال پاشا اس نئی کابینہ میں با اثر تھے۔ انور بے نے پاشا ہوکر ایک شاہی خاندان کی شہزادی سے شادی کرلی اور میاں بیوی ایک شاہی محل میں مقیم ہوگئے ۔

مصطفےٰ کمال اپنی عمر کے بتیسویں سال سے گزر رہے تھے اور ابھی تک وہ صرف معمولی فوجی عہدہ حاصل کر سکے تھے لیکن ان میں سالاری کا مادّہ غضب کا تھا پھر بھی اپنے ہم مشرب افسروں میں وہ مقبول نہ تھے اور انور بے سے تو ان کی کھلّم کھلّا مخالفت تھی۔ چنانچہ انور پاشا ہی کے اشارے پر انھیں فوجی اتاشی بنا کر صوفیہ بھیج دیا گیا جہاں فتحی پاشا

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

ترکی سفیر تھا۔

صوفیہ آکر مصطفےٰ کمال کی آنکھ کھلی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ وہ مغربی تہذیب سے دوچار ہوئے۔ جنگ بلقان کی بدمزگی دور ہو چکی تھی۔ مصطفےٰ کمال صوفیہ کی اعلیٰ سوسائٹی میں بہت جلد مقبول ہوگئے۔ مصطفےٰ کمال کو اسی زمانے میں مغربی تہذیب پسند آئی اور انھوں نے طے کیا کہ اگر کبھی ان کو اختیارات حاصل ہو گئے تو وہ اپنے ملک میں بھی اس تہذیب کو رائج کریں گے۔

صوفیہ ہی کے دوران قیام مصطفےٰ کمال نے پارلیمانی حکومت کے طریقوں کو دیکھا اور سمجھا۔ یہ تجربہ آگے چل کر ان کے لئے بڑا کارآمد ثابت ہوا۔ اسی قیام میں انھوں نے ترک عورتوں کو آزادی دینے کا تہیہ کیا بلکہ یہ بھی طے کرلیا کہ رائج الوقت پردہ بھی ختم کیا جائے۔

باوجود اس کے بلغاروی حکومت ترکوں سے دوستانہ تعلق قائم کرنا چاہتی تھی پھر بھی مسلمانوں سے نفرت کا یہ عالم تھا کہ جب مصطفےٰ کمال نے

ایک بلغاروی وزیر کی لڑکی سے شادی کرنا چاہی اور اس کے باپ کو پیغام دیا تو اس نے کہا کہ میں اپنی لڑکی کو کسی ترک سے بیاہنے کے بجائے اس کا سر اڑا دینا پسند کرتا ہوں۔

انور پاشا کی وزارت میں فوج پر جرمنی کا اثر بڑی تیزی سے بڑھ رہا تھا۔ قیصر جرمنی نے ایک فوجی مشن بھیجا تھا جو جرمن جنرل لمن فان سینڈرس کے ماتحت تھا۔ اس جنرل کو بڑے اختیارات سونپے گئے تھے۔ جرمن افسر جوق در جوق ترکی آ رہے تھے۔ مصطفےٰ کمال ذاتی طور پر اس رجحان کو پسند نہ کرتے لیکن وہ صوفیہ میں تھے، مرکز کے کسی معاملے میں کچھ کر نہ سکتے تھے۔

ترک مدبر بھی حالات سے بے خبر نہ تھے۔ انھیں روس کی طرف سے ہر لمحہ خطرہ لگا ہوا تھا۔ برطانیہ سے انھوں نے جو امیدیں وابستہ کی تھیں وہ پوری نہ ہوئی تھیں اس لئے لاچار ان کو جرمنی کا ساتھ دینا پڑ رہا تھا۔ پھر بھی جرمنوں کی رائج کردہ اصلاحات کو ترکی فوج اس طرح قبول نہ کر رہی تھی کہ وہ انھیں کی پابند

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

ہوکر رہ جاتی۔

صوفیہ میں مصطفےٰ کمال کو جب جرمنوں کے روز افزوں اثر کا پتہ چلا تو انھیں اندیشہ پیدا ہوا کہ مبادا ترکوں کو بھی جرمنی کے ساتھ جنگ میں شریک ہونا پڑے۔ وہ خوب جانتے تھے کہ اگر جرمنی کو فتح ہوئی تو ترک جرمنی کے دریوزہ گر بن جائیں گے اور اگر جرمنی کو شکست ہوئی تو ترکی کے ٹکڑے اڑ جائیں گے مگر انور پاشا پوری طرح جرمنی کے حق میں تھے۔

سنہ ۱۹۱۴ء میں جب پہلی عالمگیر جنگ شروع ہوئی اور جرمن فوج پیرس کے قریب پہونچ گئی تب بھی مصطفےٰ کمال کے شکوک جرمنی کی فتح کے بارے میں رفع نہ ہوئے، بلکہ ان کی رائے اب بھی یہی تھی کہ ترکی کو جرمنی کے دشمنوں کا ساتھ دینا چاہیئے لیکن ان کے نزدیک بہترین پالیسی یہ تھی کہ ترکی بالکل غیر جانب دار رہے۔ ان کی دوراندیش نظر نے دیکھ لیا تھا کہ امریکہ کو بھی اس جنگ میں شریک ہونا پڑے گا۔

مصطفےٰ کمال کے برعکس انور پاشا کو یقین

Scanned by CamScanner

تھا کہ یہ لڑائی بہت دن نہیں چل سکتی اور چند ہی مہینوں کے اندر جرمنی کی فتح ہو جائے گی۔ لڑائی شروع ہونے سے پہلے ترکی حکومت ایک برطانوی کارخانے کو دو جنگی جہاز تیار کرنے کا ٹھیکہ دے چکی تھی لیکن جب یہ جہاز تیار ہوئے تو لڑائی چھڑ چکی تھی لہٰذا برطانیہ نے ان جہازوں کو اپنے بیڑے میں شامل کر لیا — برطانیہ کو معلوم تھا کہ ترکی جرمنی کا ساتھ دے گا اس لئے ترکی حکومت کو ان سے محروم رکھا گیا۔ برطانیہ کی اس بدعہدی سے ترک بہت برافروختہ ہوئے جس سے فائدہ اٹھا کر جرمنی نے دو جہاز موسومہ گوبن اور برسیلا فوراً قسطنطنیہ پہونچا دئے۔ اس فوری امداد کا یہ اثر ہوا کہ جو ترک جنگ میں شریک ہونے کے خلاف تھے اب وہ بھی جرمنی کے ساتھ لڑائی میں کودنے کے لئے تیار ہوگئے۔ ان جہازوں کے افسروں اور عملے نے ترکی ٹوپی پہننا شروع کر دی جس نے ترکوں سے ان کی اپنائیت پیدا کر دی۔

حقیقت یہ ہے کہ انور پاشا کے بیشتر اراکین

کابینہ جرمنی کا ساتھ دے کر جنگ میں شریک
ہونے کے خلاف تھے لیکن ہونے والی بات
تو ہوکر ہی رہتی ہے ـــــ ان جہازوں کے
جرمن کمانڈروں کو شوق چرایا کہ بحیرۂ اسود
میں داخل ہوکر روسی بندرگاہ اُڈیسہ پر
حملہ کیا جائے ۔ روس جرمنی کے خلاف جنگ
میں شریک ہو چکا تھا ۔ اراکین حکومت نے
جرمن کمانڈروں کو اس حرکت سے روکنے
کی کوشش کی لیکن جرمن تو طاقت کے
نشے میں بدمست تھے، انھوں نے کابینہ
کے حکم کی خلاف ورزی کرکے اڈیسہ پر
بمباری کر دی ۔ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ
ان کے پاس انورپاشاہ کا ایک خفیہ حکم
موجود تھا جس کی رو سے اڈیسہ اور سبستاپول
وغیرہ پر بمباری کرنے کی اجازت دی گئی
تھی ۔ بمباری کا نتیجہ یہ نکلا کہ کئی روسی
جہاز غرق ہوگئے جو ایک طرح کا کھلا ہوا
اعلان جنگ تھا۔

طلعت پاشا کو جب اس بمباری کا

Digitized By M.Y.M.B

Scanned by CamScanner

پتہ چلا تو اس کے منہ سے نکلا
"کاش میں مر جاتا اور میرا ملک زندہ رہتا"
ارباب ثلاثہ کے تیسرے رکن جمال پاشا کو
انورپاشا نے کوئی خبر ہی نہ کی تھی۔ اس کو
جب یہ معلوم ہوا تو اس کا چہرہ زرد پڑ
گیا اور اس نے اپنی بیٹی کی قسم کھاکر اس
سے لاعلمی ظاہر کی ـــــ اور خود انورپاشا بھی
اعتراف کے لئے تیار نہ تھا!

Digitized By M.Y.N.B.

Scanned by CamScanner

مصطفیٰ کمال اور پہلی عالمگیر جنگ
سنہ ۱۹۱۴ء تا سنہ ۱۹۱۸ء

مصطفیٰ کمال تو شروع ہی سے اس جنگ کے خلاف تھے۔ وہ بہرصورت اپنے ملک کو غیر جانبدار رکھنا چاہتے تھے اس کی پوری ذمہ داری گھوم پھر کر انورپاشا ہی کے سر آتی تھی ـــــــ لیکن اب کوئی بھی ذمہ دار ہوتا نتیجہ یہی نکلنا تھا کہ ترکی جنگ میں شریک ہو گیا تھا مصطفیٰ کمال کے لئے بھی اب کوئی چارہ نہ رہا تھا بجز اس کے کہ وہ بھی دل و جان سے لڑائی کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔

جنگ کے شروع میں مصطفیٰ کمال صوفیہ ہی میں تھے۔ اس لئے انھوں نے حتی الامکان

Digitized By M.Y.M.B.
Scanned by CamScanner

کوشش کی کہ بلغاریہ بھی جرمنی کے ساتھ جنگ میں شریک ہو جائے۔ ذمہ داران حکومت کو توجہ دلائی کہ اگر وہ شریک نہ ہوا تو روس اس پر چڑھ دوڑے گا۔

بلکہ انھوں نے تو یہاں تک کہا کہ اگر بلغاریہ ترکی کا ساتھ دینے پر تیار ہو جائے تو ادرنہ اس کے حوالے کر دیا جائے گا——

کمال کی پیش بین نظر نے دیکھ لیا تھا کہ ترکی کو اس لڑائی میں شکست ہوگی اور اس کی حکومت اناطولیہ تک محدود ہو کر رہ جائے گی بلکہ اس نے تو قسطنطنیہ کی بھی پیش کش کی تھی لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اس شہر کی ایک علیحدہ آزاد حکومت قائم کر دی جائے اور اس طرح روس کا متحدہ مقابلہ کیا جائے۔

اسی زمانے میں مصطفےٰ کمال نے ترکی فوج کے لئے اسلحہ بھی فراہم کیا اور غلّہ حاصل کرنے کی بھی کوشش کی لیکن غلّہ کا معاملہ آگے نہ چل سکا۔

نومبر ۱۹۱۴ء میں جب ترکی جنگ میں شامل

ہوا تو مصطفےٰ کمال لفٹننٹ کرنل کے عہدے تک پہونچ چکے تھے اور اس طرح وہ ایک ڈویژن کی کمان کے حقدار تھے۔ چنانچہ انھوں نے انور پاشا کو لکھا کہ ان کو ڈویژن کی کمان دے کر لڑائی پر بھیج دیا جائے لیکن انور پاشا نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ تمہارے لئے فوج میں ہروقت کوئی نہ کوئی جگہ حاضر ہے لیکن فی الحال تمہارا صوفیہ میں رہنا ضروری ہے۔

انور پاشا جانتے تھے کہ ہندی مسلمان ترکوں پر جان فدا کرتے ہیں لہٰذا انھوں نے مصطفےٰ کمال کی قیادت میں تین رجمنٹوں پر مشتمل ایک فوج براہ ایران ہندوستان بھیجنے کا منصوبہ بنایا جس میں ہندوستانی رضاکاروں کی شمولیت متوقع تھی لیکن مصطفےٰ کمال اس جال میں نہ پھنسے انھوں نے انور پاشا سے کہلا بھیجا کہ میں اس کے لئے موزوں نہیں ہوں مصطفےٰ کمال کا خیال یہ تھا کہ میرا اصلی کام اپنے ملک کی حفاظت کے لئے لڑنا ہے۔

بلاشبہ انور پاشا کے حوصلے بلند تھے۔ ان

Digitized By M.Y.M.D.

Scanned by CamScanner

کی تمنا تھی کہ ترکی تمام ایشیائی ممالک کو فتح کرلے اور انگریزوں کو ایشیا سے مار بھگائے یہ تمنا عین جرمنی کی خواہش کے مطابق تھی کیونکہ وہ بھی ایشیا میں جرمن سامراج قائم کرنیکا خواب دیکھ رہا تھا۔

لیکن جب ترکوں کو پے درپے شکستوں کا سامنا کرنا پڑا تو ان کی آنکھیں کھلیں لیکن اب ان کا چونکنا بعد از وقت تھا ـــــــ چاہیئے تو یہ تھا کہ پیش قدمی کے بجائے وہ اپنے ملک کا دفاع کرتے اور دشمن خود ان پر حملہ آور ہوتا تو ترکی فوج ڈٹ کر اس کا مقابلہ کرتی لیکن انور پاشا نے جرمنوں کے مشورے پر جو منصوبہ بنایا تھا عمل اس کے برعکس ہوا کہ ترکی فوج پہلے روس کے خلاف پیش قدمی کرے۔ پھر مصر کی طرف بڑھے اور نہر سوئز پر قبضہ کرلے ـــــــ کوہ قاف کے علاقوں میں مسلمانوں کی کافی آبادی تھی اور اسی طرح مصر میں بھی ان کی اکثریت تھی۔ خیال یہ تھا کہ یہ دونوں علاقے مذہبی جذبے میں ترکی کے

Digitized By M.A.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

کے ساتھ آجائیں گے لیکن حقیقتاً یہ دونوں منصوبے سراسر احمقانہ تھے کیونکہ مصر اور کوہ قاف کے مسلمانوں میں اتنی سکت تو نہ تھی کہ وہ انگریزی اور روسی طاقت کا مقابلہ کر سکتے۔ اسی طرح ہندوستان کے خلاف مہم روانہ کرنا بھی سراسر خلاف عقل تھی۔ جرمن جنرل سینڈرس نے بھی انور پاشا کو اس ارادے سے باز رکھنا چاہا لیکن انھوں نے نہ مانا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ترک بڑی آفت اور مصیبت میں پھنس کر رہ گئے اور سردی کی شدت میں ساری ترکی فوج کا یکسر خاتمہ ہو گیا۔

یہی انجام نہر سوئز کی مہم کا بھی ہوا۔ عرب لارنس کے فریب میں آکر ترکوں کے خلاف بغاوت کر بیٹھے اور انھوں نے حجاز ریلوے کو برباد کرکے ترکی فوج کا راستہ روک دیا۔

انور پاشا کو جب چاروں طرف سے بری خبریں ملنا شروع ہوئیں تو انھوں نے مصطفیٰ کمال کو صوفیہ سے طلب کیا اور انھیں انیسویں فوجی ڈویژن کا کمان دار مقرر کیا۔ اس ڈویژن

Digitized By M.A.B

Scanned by CamScanner

کا کوئی نام و نشان تک نہ تھا۔ مصطفےٰ کمال اس فرضی ڈویژن کی تلاش کے دوران جرمن جنرل سینڈرس سے ملے جس نے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ مصطفےٰ کمال جرمنی کے حق میں ہیں یا خلاف، بلغاریہ کی متوقع شرکت جنگ کے بارے میں ان سے چند سوالات کئے اور ان کے جوابوں سے اندازہ لگایا کہ وہ جرمنی کے خلاف ہیں لہٰذا اس نے ملاقات یکایک ختم کر دی۔

اب مصطفےٰ کمال کو گیلی پولی میں تعینات کیا گیا، جہاں کے لئے ایک ڈویژن فوج تیار کی جا رہی تھی۔

نہر سوئز پر ترکی کے ناکام حملے سے انگریزوں نے تاڑ لیا تھا کہ ترکوں کا دانت مصر پر ہے لہٰذا انھوں نے مدافعانہ جنگ لڑنے کے بجائے خود ہی حملے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس کے علاوہ درۂ دانیال پر بھی یلغار کا ایک منصوبہ بنایا جس کا دفاع مصطفےٰ کمال کے سپرد تھا۔ ترکوں کو جب اس کی خبر ملی کہ فرانسیسی اور انگریزی مشترکہ فوج قسطنطنیہ پر بھی حملہ آور ہونے والی ہے تو

Digitized By M.K.M.B.

Scanned by CamScanner

شہر میں ایک بھگدڑ شروع ہوگئی اور خود سلطان کو بھی اناطولیہ منتقل کر دینے پر غور و خوض ہونے لگا۔ ترکوں کو یہ بھی اندیشہ تھا کہ اگر انگریز قسطنطنیہ پر قابض ہوگئے تو بعض ترک اور غیر مسلم غدار ان سے مل جائیں گے ——— اس موقع پر انور پاشا تنہا آدمی تھا جو سینہ تانے کھڑا رہا اور برابر یہی کہتا رہا کہ دشمن قسطنطنیہ پر حملے کی جرأت نہیں کر سکتا!

Digitized By M.Y.M.D.

Scanned by CamScanner

مصطفےٰ کمال

نے انگریزی بیڑے کو برباد کر دیا

مصطفےٰ کمال جنگ بلقان کے زمانے ہی سے گیلی پولی کے چپّے چپّے سے واقف تھے اور انھوں نے پہلے ہی سے اس کے دفاع کا منصوبہ تیار کر لیا تھا۔ منصوبہ یہ تھا کہ انگریزوں کو ساحل گیلی پولی پر فوج اتار لینے دی جائے اور پھر اس فوج کو گھیرے میں لے لیا جائے لیکن غور طلب یہ بات تھی کہ دشمن کس جگہ اپنی فوج اتارے گا؟ مصطفےٰ کمال کا خیال راس کماری ہیلس اور گاباتیپ کی طرف جاتا اور وہ اپنے خیال پر اٹل تھے۔ جرمن جنرل ان سے متفق نہ تھا۔

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

بالآخر یہ قرار پایا کہ مصطفےٰ کمال اپنی زیر کمان فوج ایسی جگہ تعینات کریں جہاں سے ہر طرف سے حملہ کیا جا سکے اور اس طرح دشمن کو گھیرے میں لے کر اس کو تباہ کر دیا جائے۔

مصطفےٰ کمال کی آنکھ کھلی ہوئی تھی۔ فوجی نقل و حرکت جاری تھی کہ اسٹریلوی فوج ایک غیر متوقع مقام پر اتر پڑی جہاں ترکوں کی ایک چھوٹی سی فوج متعین تھی۔ وہ ان کو دیکھتے ہی فرار ہونے لگی۔ مصطفےٰ کمال تھوڑے فاصلے سے موجود تھے۔ انھوں نے اس فوج کو روکا اور حکم دیا کہ اگر اس کے پاس کارتوس نہیں ہیں تو سنگینوں سے لیٹ کر حملہ کرے۔ اس کے فوراً ہی بعد تھوڑی سی کمک بھی پہنچ گئی اور مصطفےٰ کمال نے فوجیوں سے کہا "دوستو! تمھیں لڑنا ہی نہیں ہے بلکہ مرنا بھی ہے"۔ جس کے بعد وہ ان سب کے آگے آگے تھے مگر اس ہمت افزائی کے باوجود یہ مختصر جماعت کچھ نہ کرسکی۔ دوسری ترکی فوج نے اس کی جگہ لی تو

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

دل کھول کر باڑ ماری جس سے آسٹریلوی فوج کی پیش قدمی رک گئی۔ اب آسٹریلوی فوج نے توپوں سے کام لیا مگر کمال نے وہ حالات پیدا کر دئے کہ لڑائی دست بدست شروع ہوگئی جس کے ترک ہمیشہ سے ماہر رہے ہیں۔ — اب آسٹریلوی فوج نے پسپا ہونا شروع کیا۔ مصطفٰے کمال رات بھر نہ سو سکے۔ اتنے میں مزید کمک پہونچ گئی اور آسٹریلوی فوج ہمت ہار گئی۔

دشمن کی دوسری فوج راس کماری ہیلز پر اتری تھی جس کو مصطفٰے کمال نے پہلے ہی مستحکم بنا رکھا تھا۔ انگریز کمانڈر نے جب اپنے جہاز سے دوربین لگا کر دیکھا تو اس کو ہر پہاڑی پر ترکی فوج نظر آئی اور اس نے صورت حال کے خطرناک ہونے کا احساس کیا۔

ادھر ترکی فوج بھی تھکی ماندی اور کسی حد تک دل شکستہ تھی۔ اس لئے اس نے خندقیں کھودنا شروع کر دیں۔ مصطفٰے کمال نے حالات کا اندازہ کرکے افسران فوج کی مجلس

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

منعقد کی اور ان سے کہا۔

"ہمارے لئے ضروری ہے کہ دشمن کو سمندر میں ڈھکیل دیں۔ اس کوشش میں خواہ خود ہمیں ہی مرنا کیوں نہ پڑے۔ دشمن ہمت ہار چکا ہے اور متواتر خندقیں کھود رہا ہے۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ وہ گولہ باری سے بھاگ رہا ہے۔ برخلاف اس کے ہماری فوج میں کوئی بھی ایسا سپاہی نہیں ہے جو بلقان کی شرمناک نظیر کو موت پر ترجیح نہ دے۔ اگر ہم میں کوئی ایسا فرد ہے تو اس کو ہمیں اپنے ہاتھ سے گولی مار دینی چاہیئے۔"

اس کے بعد مصطفےٰ کمال نے اپنے زیر کمان فوج کو مخاطب کیا۔

"سپاہی وہ ہے جو اپنی عزت کی خاطر ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹے۔ میں اپنے سپاہیوں پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر آرام طلبی کریں گے تو ان کی قوم کو تا ابد آرام نصیب نہ ہوگا۔ مجھے یقین ہے کہ

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

ہمارے ساتھی بالاتفاق اس وقت تک
تھکن کا احساس نہ کریں گے، جب
تک دشمن کو سمندر میں ڈھکیل نہ
دیا جائے "۔

ترکی فوج کا ہر سپاہی اپنے پاس حمائل
رکھتا تھا اور قرآن کو سینے سے لگا کر مرتا
تھا۔ مصطفےٰ کمال کا ایمان تھا کہ ایسی پُرایمان
فوج کبھی ہار نہیں سکتی۔

اسی جنگ کی بات ہے کہ ایک مرتبہ
ترکی فوج کی حالت اتنی خراب ہوگئی کہ اس کو
مردے دفن کرنے کے بہانے سے عارضی التوائے
جنگ کرانا پڑا۔ اس التواء کے لئے مصطفےٰ کمال
کو آنکھوں پر پٹی باندھ کر دشمن کی صفوں میں
لایا گیا۔ جن کو دیکھ کر آسٹریلوی سپاہیوں نے
بڑی خوشیاں منائیں اور بالآخر نو گھنٹے کے لئے
لڑائی ملتوی کر دی گئی۔ دشمن کا جو افسر بطور
ضمانت ترکوں کے پاس آیا تھا، ترکوں نے
اس کی بڑی خاطر مدارات کی، اور وہ ہمیشہ
اس سے متاثر رہا۔

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

ماہ جون میں مصطفےٰ کمال کو مسلّم کرنل بنادیا گیا لیکن انور بے اب بھی ان کی طرف سے مشتبہ تھے حالانکہ جرمن جنرل مصطفےٰ کمال کا لوہا ماننے لگا تھا۔

لڑائی جاری تھی۔ مصطفےٰ کمال کا خیال تھا کہ دشمن "ساری بے آر" نامی مقام پر حملہ کرے گا اور وہیں ہار جیت کا فیصلہ ہوگا۔ چنانچہ یہ قیاس بالکل صحیح ثابت ہوا اور ترک اس حملے کے لئے تیار پائے گئے۔

اس عرصے میں انگریزوں نے ایک نئی اور تازہ دم فوج خلیج "شوولا" پر اتار دی۔ یہاں ترکی فوج کی تعداد بہت مختصر تھی پھر بھی دشمن آگے بڑھنے سے ہچکچاتا رہا۔

آخر دوسرے دن بڑے شدّومد سے حملہ کیا گیا ایسا حملہ "جس کی خونخواری بیان سے باہر" تھی۔ ایک موقع تو ایسا آ گیا کہ دشمن کے جرنیلوں کو اپنے سپاہیوں کے دوش بدوش لڑنا پڑا۔ ادھر مصطفےٰ کمال اپنی فوج کے آگے آگے تھے جس سے سپاہیوں کا دل بڑھ

Digitized By M.Y.M.P.

Scanned by CamScanner

رہا تھا۔ خود مصطفٰے کمال کو یقین کامل تھا کہ انھیں کوئی ضرب نہ لگے گی۔

ایک مرتبہ وہ ایک مقام پر کھڑے سپاہیوں کو ہدایات دے رہے تھے کہ تھوڑے فاصلے پر گولے گرنے شروع ہوگئے۔ رفتہ رفتہ یہ گولے بالکل ان کی نشست پر پڑنے لگے۔ ماتحت افسروں نے کہا کہ وہ کسی اوٹ کی پناہ لے لیں مگر انھوں نے جواب دیا کہ اب کافی دیر ہوگئی ہے۔ میں اپنی فوج کے لئے کوئی بری مثال پیش کرنا نہیں چاہتا۔

بالآخر انگریزی فوج کے افسروں نے مایوس ہوکر اپنے وزیر دفاع کچنر سے اپنی ناکامی کا اعتراف کرلیا اور یہ بھی کہہ دیا کہ اس بے سود معرکے کو جاری رکھنے کے لئے ایک لاکھ فوج درکار ہوگی۔

کہا جاتا ہے کہ ترک سپاہی کو کوئی جاں باز رہنما مل جائے تو وہ موت کو بھی شکست دے دیتا ہے ___ مصطفٰے کمال بھی اسی قسم کے قائد تھے۔ دشمن کی ناکامی کا سہرا یقیناً ان کی

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

قیادت اور ان کے سپاہیوں کی شجاعت کے سر ہے۔ ایک انگریز مورخ نے مصطفےٰ کمال کے بارے میں لکھا ہے۔

"تاریخ میں ایسا شاذ و نادر ہی ہوا ہے کہ ایک واحد افسر نے تین مختلف موقعوں پر صرف لڑائی کا رخ ہی نہیں موڑا بلکہ ایک قوم کی قسمت کا فیصلہ بھی کر دیا۔"

جنگ ختم ہونے کے بہت بعد ان کے کسی دوست نے ان سے پوچھا۔ "اس فتح کی یادگار کیوں نہیں قائم کی گئی؟" انھوں نے جواب دیا۔

"سب سے بڑی یادگار تو محمد جک (یعنی ترکی مجاہد) ہے جس کی بدولت یہ علاقہ ترکی حدود میں رہ گیا۔"

اس معرکے کے بعد مصطفےٰ کمال نے چند دنوں اپنے صاف و شفاف چوبی حجرے میں آرام کیا اور ملیریا بخار سے نجات حاصل کی جس کی وجہ سے ان کا جسم لاغر ہو گیا تھا لیکن دماغ

Digitized By M. Y. M. B.

Scanned by CamScanner

حسب دستور چست و چالاک تھا۔ اب ان کو یقین ہوگیا تھا کہ ملک کے تحفظ کے لئے بحری طاقت ضروری ہے اور ہماری فتح اس وقت تک عارضی رہے گی جب تک ہمارے پاس بحری طاقت نہ ہوگی۔

ان کا خیال تھا کہ روس بھی ہمارے ملک کی طرح سمندر تک رسائی سے محروم ہے لہٰذا ایک نہ ایک دن اس کا خاتمہ ضرور ہونا چاہیئے۔ بالخصوص ان حالات میں جب ہم نے روس کو بحیرۂ اسود میں مقید کر دیا ہے۔

مصطفےٰ کمال بے چینی سے اس دن کا انتظار کر رہے تھے جب دشمن درۂ دانیال اور باسفورس کے علاقوں سے فرار ہو اور وہ بھاگتے ہوئے دشمن پر آخری ضرب لگائیں لیکن ان کے اعلیٰ افسروں نے انھیں حملے کی اجازت نہیں دی۔

اس پر انھوں نے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا مگر بعد میں سمجھانے بجھانے سے واپس لے لیا۔

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

چند روز کے وقفہ سے جب وہ اپنے
پرانے دوست ڈاکٹر توفیق کے ساتھ قسطنطنیہ
آئے تو دارالحکومت پہونچنے کے دس دن
بعد ان کو یہ خوش خبری ملی کہ دشمن نے
گیلی پولی خالی کر دیا۔

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

مشرقی محاذ

گیلی پولی کی فتح سے ترکوں کی ہمت بڑھ گئی۔ کئی صدیوں کے بعد ان کے لئے یہ پہلا موقع تھا کہ انھوں نے ایک یوروپین حکومت کو شکست دی تھی ——— ترک قوم ہمیشہ سے کسی سورما کی تلاش میں رہی ہے۔ یہ سورما اس کو مصطفےٰ کمال کی شکل میں مل گیا تھا مگر حالات ابھی اس کے حق میں نہ تھے۔

قسطنطنیہ میں مصطفےٰ کمال کا کوئی استقبال نہیں کیا گیا حتیٰ کہ اخبارات نے بھی نو عمر مجاہد کی طرف سے غفلت برتی اس کا نام

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

بھی شائع نہیں ہوا۔ ایک صحافی نے معرکۂ
گیلی پولی کا حال قلمبند کر دیا تھا مگر انور پاشا
نے اس کے چھاپنے کی ممانعت کر دی لیکن ان
کے مداحوں کی زبان بند نہ کی جاسکی بلکہ نوبت
تو یہاں تک پہونچ گئی کہ بعض محیر العقول باتیں
مشہور ہوگئیں اور کہنے والوں نے تو یہاں تک
کہہ دیا کہ بندوق کی گولی مصطفےٰ کمال پر اثر
نہیں کرتی وہ بمباری میں سے باآسانی گزر
سکتے ہیں ـــــ ترکی کے نوجوان تو مصطفےٰ
کمال کے اتنے گرویدہ تھے لیکن انور پاشا
کا فیصلہ یہ تھا کہ انھیں کرنل کے عہدے
ہی پر قناعت کرنی ہوگی۔

مصطفےٰ کمال کی شہرت مردوں ہی تک
محدود نہ تھی۔ حلقۂ خواتین میں بھی وہ مقبول
تھے۔ انھوں نے اس طبقے کی طرف سے کبھی
بے اعتنائی نہیں برتی۔ شروع میں تو ماں کی
متبنیٰ "فکریہ" کی طرف التفات رہا۔ پھر صوفیہ کے
دوران قیام دوسری خواتین مرکز توجہ بن گئیں۔
اب تمام ترک خواتین ان کے حیطۂ خیال میں

Digitized By M.Y.M.B

Scanned by CamScanner

تھیں اور انھیں یقین تھا کہ مصطفےٰ کمال
کا ستارہ کسی نہ کسی دن چمک کر رہے گا
اور ایک نہ ایک دن وہ عالمگیر شہرت کے
حامل ہوں گے۔

ان حقائق کے باوجود مصطفےٰ کمال ایک
دل شکستگی اور یاس کے سے عالم میں تھے کہ انھیں
جرمن جنرل کی جگہ لے لینے کا حکم ملا۔ خود
ان کی خواہش تو وزیر جنگ ہونے کی تھی
مگر انور پاشا اپنا عہدہ چھوڑنے پر تیار نہ
تھے لہٰذا ان کو اسی پر قناعت کرنا پڑی انھوں
نے جنوب میں ترکی فوج کی کمان سنبھال لی اور
مدافعانہ تیاریاں شروع کر دیں۔ دشمن نے اب
ان کے ملک کو نرغے میں لے لیا تھا اور جرمنوں
کو محسوس ہونے لگا تھا کہ وہ شکست سے
بچ نہیں سکتے۔

اپریل ۱۹۱۶ء میں ان کی کارگزاری کے
صلے میں انھیں جنرل کا عہدہ دیا گیا۔ عصمت
ان تمام مہموں میں ان کے ہم رکاب رہے اور
بعد اختتام جنگ ان کے مشیر خاص بن گئے۔

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

دور اصطلاحات میں بھی وہ ان کے ہم نوا تھے ان ہی کے مشورے پر حجاز کے علاقے سے ترکی فوج ہٹا لی گئی تھی۔

ترکوں کی کامل شکست

جنگ ختم ہونے پر ترکوں نے جب ہتھیار ڈالے اور عارضی صلح عمل میں آئی تو ترکی حکومت کو اپنی فوج منتشر کرنا پڑی کیونکہ دشمنوں نے صلح کے ساتھ یہ شرط بھی لگا دی تھی کہ فوج کو اسلحہ سے محروم کر دیا جائے۔ اس موقع پر مصطفےٰ کمال کے زیر کمان دو فوجیں تھیں جو سرحدوں کی حفاظت پر مامور تھیں۔ مصطفےٰ کمال نے یہ فوجیں علی فواد کے حوالے کرکے ہدایت کی کہ ان کو برائے نام نہ رہنا چاہیئے بلکہ ان کی قوت میں اضافہ ہونا چاہیئے۔

اس کے بعد مصطفےٰ کمال چوری چھپے اسلحہ کی فراہمی میں لگ گئے اور علی فواد رضاکاروں کی بھرتی کرتا رہا۔ قسطنطنیہ کی حکومت بادی النظر میں دشمنوں کے زیر اثر تھی مگر اس کی ہمدردی

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

مصطفےٰ کمال کے ساتھ تھی۔ کچھ دنوں بعد مصطفےٰ
کمال نے شرائط صلح کی کھلم کھلا خلاف ورزی
شروع کر دی اور علاقہ اناطولیہ کو اپنا مرکز بنا
ترکوں کے ہتھیار ڈالنے کے بعد انگریزوں نے
موصل پر قبضہ کر لیا تھا جس کا نتیجہ یہ نکلا تھا
کہ ترک جنوب میں بالکل گھر گئے تھے۔ انگریز
ایک طرح سے قسطنطنیہ پر بھی قابض تھے اور
سلطان ان کے پٹھو بن کر رہ گئے تھے۔ اس
زمانے میں افواہ پھیلی کہ انگریز مسجد اباصوفیہ کو
گرجے میں منتقل کر رہے ہیں۔ جس پر لوگ
گھروں کے دروازے بند کر کے خانہ نشین ہو گئے
یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ ترکوں کی ہمدردی
مصطفےٰ کمال کے ساتھ تھی۔

سلطان نے نام نہاد پارلیمان کو انگریزوں
کے حکم سے منتشر کر دیا تھا۔ صرف رؤف بے اپنی
ضد پر اڑا رہا اور اس نے سلطان کو دھمکی دی
لیکن سلطان نے معافی مانگ کر جھگڑے کو رفع دفع
کر دیا۔ اس عرصے میں مصطفےٰ کمال قسطنطنیہ
پہونچ گئے اور ٹھیک اسی وقت انگریزی بیڑا

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

بھی ساحل قسطنطنیہ پر وارد ہوا جس کو دیکھ کر مصطفےٰ کمال بہت برافروختہ ہوئے اور ان کی زبان سے نکل گیا۔
"یہ بیڑا جس طرح آیا ہے اسی طرح واپس بھی جائیگا"
انھیں دنوں میں سلطان نے عزّت پاشا کے بجائے توفیق پاشا کو وزیر اعظم مقرر کیا جس کو چار و ناچار یہ عہدہ قبول کرنا پڑا اور اس نے نئے وزیروں کا جو انتخاب کیا اس میں مصطفےٰ کمال کا نام سرفہرست تھا۔ یہ پہلا موقع تھا جب مصطفےٰ کمال پارلیمان کے رکن بنے۔ ایک مسئلے پر ان کے اور توفیق پاشا کے درمیان مباحثہ ہوا اور پارلیمان میں رائے شماری کی گئی تو اراکین توفیق پاشا کے حق میں تھے حالانکہ مصطفےٰ کمال کی رائے صحیح تھی۔ اس واقعہ سے وہ بہت رنجیدہ ہوئے اور انھوں نے یہ رائے قائم کر لی کہ پارلیمان دشمن کی ہمنوا ہے۔

سلطان وحیدالدین ہر بات میں انگریزوں کے ساتھ تھے۔ ان کا روّیہ صاف بتا رہا تھا کہ وہ مصطفےٰ کمال کی روش کو اچھّا نہیں سمجھتے اور پارلیمان توڑ دینے کی فکر میں ہیں۔

Digitized By eGangotri

Scanned by CamScanner

ترکی کے حصے بخرے

دشمنوں نے دوران جنگ ہی ترکی کو بالکل ختم کرنے کا تہیّہ کر لیا تھا اور خفیہ معاہدوں کے ذریعہ باہم طے کر لیا تھا کہ

(۱) ترکی کے حدود ایشیائے کوچک تک محدود رہیں گے۔

(۲) درۂ دانیال روس کے سپرد کر دیا جائے گا اور انگریز اس کے عوض اپنا اثر ایران میں قائم کریں گے۔

(۳) قسطنطنیہ اور اس کے ملحقہ علاقوں کو لیگ آف نیشنز کے سپرد کر دیا جائے گا۔

(۴) عرب ممالک اب تک ترکوں کے زیر نگیں

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

تھے لیکن اس کے بعد انگریزوں اور فرانسیسیوں کے ماتحت کر دیے جائیں گے۔

(۵) اٹلی کو ایشیائے کوچک کے بعض حصّے دیے جائیں گے۔

(۶) یونان کو ایشیائے کوچک کے بعض ساحلی شہر دیے جائیں گے جن میں سمرنا بھی شامل ہوگا۔

الغرض ان خفیہ معاہدوں کی رو سے ترکی کو بالکل ختم کرنے کا منصوبہ بن چکا تھا سلطان وحیدالدین تو پہلے ہی دشمنوں کے حق میں تھے انھوں نے مصطفےٰ کمال کو فوجی عہدے سے برطرف کر دیا تھا جس کا انھیں زیادہ غم نہ تھا البتہ ترکی کی حالت پر ان کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا جس کا واحد حل ان کے نزدیک یہ تھا کہ سلطان وحیدالدین کسی نہ کسی طرح معزول کیا جائے۔

اسی کے ساتھ ساتھ مصطفےٰ کمال نے یہ اندازہ بھی لگایا کہ اس موقع پر انگریزوں کی خوشنودی حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ چنانچہ ایک ذہنی

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

پروگرام کے مطابق انھوں نے اناطولیہ جانے کی اجازت حاصل کی اور ۱۹ مئی ۱۹۱۹ء کو سمسون پہونچ گئے۔ روانگی سے قبل انھوں نے ایک انگریز نامہ نگار سے کہا کہ ترکوں نے جرمنی کا ساتھ دینے میں بڑی غلطی کی اور اس طرح انھوں نے انگریز ہائی کمشنر کو کسی حد تک اپنی طرف سے خوش خیال بنا لیا۔

ان کی روانگی سے انگریزوں کو بڑی تشویش پیدا ہوئی لیکن "چڑیا اڑ چکی تھی" جو دام میں واپس نہ آسکتی۔ وہ ابھی سمسون ہی میں تھے کہ یونانیوں نے سمرنا میں اپنی فوج اتارنی شروع کر دی جس سے ترکوں کو بڑی غیرت آئی کیونکہ یونانی عرصے تک ان کے زیر نگیں رہ چکے تھے۔ جس بات نے ترکوں کو سب سے زائد مشتعل کیا وہ یونانیوں کی کمینہ حرکات تھیں۔ انھوں نے اترتے ہی مسلمانوں کی توہین کرنا شروع کر دی بعض ترکوں کی ٹوپیاں اتار کر پیروں سے کچل ڈالیں۔ ایک ترک کرنل نے اپنی ٹوپی اتارنے

Scanned by CamScanner

میں مزاحمت کی تو اس کو گولی مار دی گئی۔ سمرنا کے یونانی شہری جو کل تک ترکوں کے زیرنگیں تھے، سڑکوں پر جمع ہو کر مسلمانوں کی کھلّم کھلّا توہین کرنے لگے۔

یونانیوں کی یہ ذلیل حرکات دیکھ کر بعض ترکی افسر اناطولیہ کی طرف روانہ ہو گئے تاکہ دشمن کا مقابلہ کر کے اس کو آگے نہ بڑھنے دیں۔ قسطنطنیہ میں ایک اشتعال پیدا ہو گیا۔ پچاس ہزار ترک کالا جھنڈا لے کر جامع سلطان احمد پہونچ گئے جہاں ترکی کی مشہور ادیب خالدہ ادیب خانم نے ایک ولولہ انگیز تقریر کی انہوں نے کہا:

"بھائیو، بہنو، ہم وطنو اور مسلمانو!
رات تاریک ہے اور شاید تا ابد تاریک ہی رہتی معلوم ہوتی ہو لیکن یقین کرو تو صبح کی آمد بھی قریب ہے ——
مجھے جب سمرنا پر یونانیوں کے قبضے کا حال معلوم ہوا تو مجھ پر سکتے کا عالم طاری ہو گیا۔ پھر اس کے بعد سے میں نے کوئی اور گفتگو نہیں کی، بجز

Digitized By eGangotri

Scanned by CamScanner

مستقبل کی جدوجہد کے تذکرہ کے۔ ہمیں
قاتلوں سے اپنا ملک خالی کرانا ہے۔
نام نہاد علمبرداران تہذیب کو تہذیب
سکھانا ہے۔ میں دفعتاً اپنے انفرادی
وجود کو بھول گئی ہوں اور میں قومی
جنون اور شاندار دیوانگی میں مدغم ہوگئی
ہوں۔"

مصطفےٰ کمال سمسون میں رات دن فوجی تیاری کر رہے تھے۔ رفعت پاشا بھی کسی نہ کسی طرح ان تک پہنچ جانا چاہتا تھا۔ آخر اس نے چند گھوڑے جہاز پر سوار کرائے اور خود بھی ان گھوڑوں کی آڑ میں چھپ گیا اور اس طرح بخیریت سمسون پہونچ گیا۔

یونانیوں نے جب اپنا جھنڈا سمرنا کے علاقے پر بلند کیا تو مصطفےٰ کمال کا علم آزادی بحیرہ اسود کے ساحل پر لہرا رہا تھا اور اس کشمکش کا آغاز ہو رہا تھا جو ترکی کی قسمت کا فیصلہ کرنے والی تھی۔

جنگ اناطولیہ چھڑنے میں اب زیادہ دیر نہ تھی اور تاریخ کا ایک نیا باب کھلنے والا تھا

Digitized By M.M.B.

Scanned by CamScanner

اور اس کے محرک وہ کسان تھے جن کی طرف سے سلاطین ترکی برابر غفلت برتتے رہے تھے۔ مصطفےٰ کمال کی فوج بیشتر انھیں کسانوں پر مشتمل تھی اور ان کو یقین تھا کہ ان کے دلوں میں آگ بھڑکانے کے لئے صرف ایک چنگاری کی ضرورت ہے حالانکہ ان کے متعلق کہا جاتا تھا کہ خود خدا بھی انھیں لڑنے پر آمادہ نہیں کر سکتا لیکن مصطفےٰ کمال نے نہ جانے کیا کر دیا تھا کہ وہ سروں سے کفن باندھ باندھ کر ملک کی آزادی کے لئے نکل آئے تھے۔

یونانیوں کے سمرنا پر قبضے نے اس شعلے کو اور بھڑکا دیا اور ان کی سفاکیوں کی خبروں نے اس کو ہوا دے دی ——— مصطفےٰ کمال کے سمسون پہنچنے تک اناطولیہ کے کسان ان کے مظالم سے بے خبر تھے لیکن جب احتجاجی جلسے منعقد ہوئے تو جذبات کا ایک سمندر لہریں لینے لگا۔

انگریزوں کو جب مصطفےٰ کمال کی سرگرمی کی خبر ملی تو انھوں نے وزیر جنگ سے مطالبہ کیا کہ مصطفےٰ کمال کو فوراً واپس بلایا جائے۔ وزیر جنگ

Digitized By eGangotri

Scanned by CamScanner

نے انگریزوں کو یہ کہہ کر سمجھا دیا کہ اناطولیہ میں مصطفےٰ کمال کی موجودگی سے امن و امان قائم ہو جائے گا۔

مصطفےٰ کمال سمسون میں اپنے آپ کو قیدی سمجھتے تھے کیونکہ انگریز نگہبان چاروں طرف سے ان کی نقل و حرکت کے نگراں تھے لہٰذا وہ چند رفیقوں کے ساتھ اناطولیہ کے عارم ہوگئے۔ راستے میں انھوں نے ایک گاؤں کے لوگوں کو جمع کرکے تقریر کی:

"دشمن ہمیں قتل ہی نہیں کرنا چاہتا بلکہ زندہ دفن کردینے کی فکر میں ہے۔ ہم ایک گڑھے کے کنارے کھڑے ہوئے ہیں جہاں ایک آخری کوشش کی ضرورت ہے اور یہ کوشش ہمیں بچا سکتی ہے۔"

ان دیہات میں یونانی بھی آباد تھے جو اتنے سرکش تھے کہ دن دھاڑے ترکی آبادی پر حملہ کر دیتے اور ان کے گاؤں کو آگ لگاتے تھے۔ ترک اپنا دفاع اس لئے نہ کر سکتے کہ دشمنوں نے ان کے ہتھیار ضبط کر لئے تھے۔ مصطفےٰ کمال

Digitized By MYMF

Scanned by CamScanner

نے دیہاتی لوگوں کو ترغیب دی کہ وہ جمع ہوکر دشمن کے خلاف کارروائی کرنے کی تدبیریں سوچیں۔ چنانچہ لوگوں نے مسجدوں میں جلسے کئے اور کامیابی کے لئے دعائیں مانگیں۔ پھر پورے خلوص سے اسلام کے نام پر عہدوپیمان کئے۔

اب رؤف بے بھی مصطفےٰ کمال سے آملا۔ دیہات کے قرب وجوار میں انگریزی فوج تعینات تھی اس لئے مصطفےٰ کمال کو اپنا اڈّا اماسیہ کو بنانا پڑا جس کے باشندوں نے ایک وفد بھیج کر دشمن کے مقابلے کا عہد کیا تھا۔ مصطفےٰ کمال ابھی اماسیہ پہنچے بھی نہ تھے کہ دو موٹر امریکیوں سے بھرے ہوئے گاؤں میں وارد ہوگئے اور گاؤں کے مکھیا نے انھیں مشورہ دیا کہ وہ آہستہ آہستہ باتیں کریں تاکہ امریکن سننے نہ پائیں لیکن مصطفےٰ کمال نے باآواز بلند جواب دیا۔ "ہم کو کوئی بات چھپانا نہیں ہے۔ سننے دو انھیں ——

اب ترک قوم کی آنکھیں ولسن صدر امریکہ پر لگی ہوئی تھیں جس کے چودہ نکات نے ترکوں کو

پر امید کر دیا تھا۔ انھیں دنوں پیرس میں ایک تجویز پیش کی گئی جس کی روسے ترکی کو امریکہ کے سپرد کرنا طے ہوا اور ولسن اس بات پر تیار ہو گیا کہ وہ قسطنطنیہ اور آرمینیا کو اپنی سپردگی میں لے لے گا۔ داماد فرید پاشا نے بھی اس تجویز کو منظور کر لیا لیکن مصطفٰے کمال نے اس کے خلاف آواز بلند کی۔

دو دن بعد وزیر جنگ نے ان کو قسطنطنیہ طلب کیا لیکن انھوں نے جانے سے صاف انکار کر دیا۔ اماسیہ ان کی تحریک آزادی کا مرکز تھا۔ جہاں علی فواد اور رؤف بے بھی پہونچ چکے تھے۔ ان کے مشورے سے سواس میں ایک کانگریس منعقد ہونا طے پایا۔ جو مقابلتاً محفوظ ترین شہر تھا۔ اس کانگریس کے ابتدائی جلسے میں مصطفٰے کمال نے مندوبین کو بتایا کہ پہلے مشرقی علاقوں کے نمائندوں کی کانگریس ارض روم میں منعقد ہوگی۔ سواس کی کانگریس کا مقصد یہ تھا کہ ترکی میں ایک آزاد قومی حکومت کی تشکیل کی جائے۔

تجویز پر علی فواد اور رؤف بے و نیز رفعت پاشا اور مصطفٰے کمال نے اپنے اپنے دستخط ثبت کئے اور اس

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

طرح وہ منشور ظہور میں آیا جس نے آگے چل کر ترکی کی تاریخ کا رخ موڑ دیا۔ اس منشور کو "اتحادِ مقدس" کا نام دیا گیا۔

اب مصطفےٰ کمال کی سرگرمیاں منظرِ عام پر آچکی تھیں لہٰذا قسطنطنیہ کے وزیر داخلہ محمد علی پاشا نے حکم دیا کہ کوئی شخص ان سے خط و کتابت نہ کرے اور نہ ان کے احکام پر عمل کیا جائے۔ اس طرح مصطفےٰ کمال کے لئے امداد کی تمام راہیں منقطع ہوگئیں۔ مصطفےٰ کمال حالات سے بے خبر نہ تھے۔ انھوں نے فوراً توقات کے تار گھر پر قبضہ کر لیا تاکہ کسی کو سواس میں ان کے جانے کی خبر نہ مل سکے۔ اس احتیاط کے بعد وہ سواس پہنچے جہاں انھوں نے ایک تقریر میں کہا۔ "اگر ہمارے پاس اسلحہ نہیں ہیں تو کچھ پرواہ نہیں۔ ہم دانتوں اور ناخنوں سے لڑیں گے اور نہتے رہ کر دشمن کا مقابلہ کریں گے۔"

اس عرصے میں سلطان کی طرف سے ایک حکم صادر ہوا کہ مصطفےٰ کمال کو سواس میں گرفتار کر لیا جائے اور کانگریس کو منعقد نہ ہونے دیا

Digitized By M. M. B.

Scanned by CamScanner

جائے۔ مصطفٰے کمال ان باتوں سے مرعوب ہونے والے نہ تھے۔ وہ بے دھڑک سواس پہنچ گئے۔ سپاہیوں نے دو رویہ کھڑے ہوکر انکا استقبال کیا اور ایک مختصر سے قیام کے بعد وہ صبح ہوتے ہی پرانی اور ٹوٹی پھوٹی موٹر میں ارض روم کی جانب روانہ ہوگئے۔ ایک ہفتہ کا سفر تھا۔ راستے میں حالات معلوم کرتے اور ہدایات دیتے ہوئے بڑھتے رہے اور منزل سے قریب پہنچتے گئے۔

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

ارض روم کی کانگریس

ارض روم ایک طرح سے مشرقی ترکی کا دارالحکومت تھا۔ یہ وہ شہر تھا جہاں سب سے پہلے سلجوقیوں نے قدم رکھا تھا۔ اب اسی مقام پر کاظم کارابکر انقلاب کے پانچویں بانی نے انور پاشا کی باقی ماندہ خستہ فوج کو جمع کیا تھا لیکن یہ فوج خستگی اور بدحالی کے باوجود ترکی کی دوسری فوجوں سے زیادہ قوی تھی۔ لوگ کاظم کارابکر کو "مائی باپ" کے لقب سے یاد کرتے اور اس کے اشارے پر مرنے مارنے کو تیار تھے۔ ارض روم کا سارا علاقہ اجڑ چکا تھا۔ صرف آبادی کا دسواں حصّہ باقی رہ گیا تھا۔ غذا کی قلّت کے علاوہ

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

مختلف قسم کی بیماریاں ڈیرہ ڈالے ہوئے تھیں۔
کاظم کارابکر نے بمجبوری چودہ چودہ سال کے لڑکوں کو متبنیٰ کر لیا اور انھیں فوجی وردیاں پہناکر جنگ کے لئے تیار کیا تھا۔ یہ لڑکے کاظم کو "پاشا بابا" کہتے تھے۔

انگریزوں کا افسر کرنل رالن سن آرمینیا کی مجوزہ آزادی کے انتظامات اور اسلحہ کی ضبطی پر عمل کرانے کے لئے یہاں پہنچا تو وہ بھی کاظم کا بے حد مداح ہو گیا۔ رالن سن کی پیش بین نظر نے دیکھ لیا تھا کہ ترک قوم ایک نہ ایک دن آزاد ہوکر رہے گی۔

اس نے بہت جلد محسوس کر لیا کہ کاظم اسلحہ حوالہ کرنے پر کسی طرح راضی نہ ہوگا۔ بات چیت کے دوران اس نے کاظم سے کہا۔ "آپ کو تو معلوم ہی ہوگا کہ برطانیہ کے پاس کتنے جنگی جہاز ہیں؟"

کاظم نے جواب دیا۔ "ترک کبھی طاقت سے مرعوب نہیں ہوتا کیونکہ وہ بذات خود ایک جنگی جہاز ہوتا ہے اور ترکوں کی تعداد لاکھوں

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

تک پہنچتی ہے۔ لاکھوں جنگی جہازوں کو کس طرح زیر کیا جا سکتا ہے!

کاظم کو جب یونانیوں کے قبضۂ سمرنا کی خبر ملی تو اس نے اس موضوع پر ایک ڈرامہ لکھا جس کا مقصد احساس ملّی پیدا کرنا تھا۔ اس ڈرامے کو اسٹیج پر بھی پیش کیا گیا اور اس کے فن کار فوجی افسر اور مدرس بنے۔ پھر کاظم نے مجوزہ ارض روم کی کانگریس کے لئے تیاریاں شروع کر دیں۔ مصطفٰے کمال جب ارض روم پہونچے تو کاظم نے ان کا بڑا شاندار استقبال کیا۔ مصطفٰے کمال کی سرگرمیاں جتنی بڑھتی گئیں اسی حساب سے انگریزوں کی تشویش میں اضافہ ہوتا رہا۔ نام نہاد ترکی حکومت نے اب تک ان کو باضابطہ طور سے برخاست نہیں کیا تھا بلکہ ان کی واپسی پر مصر تھی۔ حکومت کی ناراضگی جب بڑھنے لگی تو مصطفٰے کمال اپنے عہدے سے مستعفی ہو گئے لیکن اس عرصہ میں حکومت نے ان کی برخاستگی کا حکم بھی جاری کر دیا۔ مصطفٰے کمال کے استعفے کی خبر جب عوام میں پھیلی

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

تو بعض لوگ جو عہدے کو باعث عزّت سمجھتے تھے ان سے گریز کرنے لگے لیکن چونکہ کاظم کارابکر ابھی اپنے عہدے پر قائم تھا اس لئے مصطفےٰ کمال نے سارے احکام کاظم کے دستخطوں سے جاری کرانے شروع کر دیے۔

مصطفےٰ کمال اور رؤف بے ارض روم کانگریس کے نمائندے نہ تھے لہٰذا انھوں نے دو منتخب نمائندوں کے ٹکٹ سے شرکت کی۔ حکومت نے اس زمانے میں ہر قسم کے جلسے جلوس پر پابندی لگا دی تھی تاہم یہ کانگریس منعقد ہوئی اور پندرہ دن تک جاری رہی۔ مصطفےٰ کمال نے اس کی صدارت کی جس سے ان کا رعب پھر قائم ہو گیا۔ وہ اگرچہ اب غیر فوجی لباس میں رہتے تھے مگر اس حالت میں بھی سپاہیوں کے سربراہ معلوم ہوتے تھے۔

آزادی کی تحریک جڑ پکڑ چکی تھی۔ ہوزہ اور اباسیہ سے حکومت کے خلاف مسلح مقابلہ شروع ہو گیا تھا اور ارض روم سیاسی اکھاڑہ بن گیا تھا۔ کانگریس کے خطبہ

Scanned by CamScanner

صدارت میں مصطفےٰ کمال نے دو نکتے پیش کئے تھے۔ اوّل قوم کے حقوق، دوم عوام کی مرضی۔ پہلا اصول ایک آزاد حکومت کے قیام کا محرک تھا اور دوسرا "انداز حکومت میں عوام کی مرضی" پر دلالت کرتا تھا لہٰذا دونوں اصولوں کی تکمیل صرف ایک عمل یعنی قیام حکومت کی صورت میں ممکن تھی اس لئے انھوں نے اپنے خطبۂ صدارت میں اس بات پر خاص طور سے زور دیا کہ ان ایّامِ مصیبت میں صرف اناطولیہ ہی چارہ گری کر سکتا ہے۔ یہ الفاظ اہالیانِ اناطولیہ کے دورانِ خون میں پیوست ہو گئے اور وہ پورے جذبے سے جوق جوق آزاد فوج میں بھرتی ہونے لگے۔

مصطفےٰ کمال کی قائم کردہ حکومت قطعی جمہوری تھی۔ جس کا مدّعا خدمت جمہور کے سوا کچھ نہ تھا لیکن چونکہ ترک عام طور سے شخصی اور شاہی حکومت کے عادی رہے تھے اس لئے انھوں نے اس نئی حکومت کے جمہوری رجحان

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

کو ظاہر نہ ہونے دیا اور اعلان یہ کیا کہ سلطان کی خلافت کا ہر طرح احترام کیا جائے گا اور مقصد تحریک صرف یہ ہے کہ اغیار کی حکومت کا انسداد کیا جائے۔

قومی عہد و پیمان

مصطفےٰ کمال کی حکومت "قومی عہد و پیمان" پر مبنی تھی جس کی چھ دفعات تھیں۔ پہلی دفعہ میں عربوں کو حق خود اختیاری دیا گیا تھا جو مصطفےٰ کمال پہلے ہی طے کر چکے تھے کہ عرب علاقے ترکوں کے لئے باعث مصیبت ہیں۔ دوسری دفعہ یہ تھی کہ جو علاقے خالص مسلمان ترک آبادی پر مشتمل ہیں ان کو کسی طرح تقسیم نہ کیا جائے۔ تیسری دفعہ میں اعلان تھا کہ مغربی تھریس کے باشندوں کو بھی حق ہوگا کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق حکومت قائم کر لیں۔ چوتھی دفعہ میں اس بات پر زور دیا گیا کہ قسطنطنیہ ترکوں کے پاس رہے گا کیونکہ یہ ترکوں کا دارالحکومت

Scanned by CamScanner

ہی نہیں بلکہ مرکز خلافت بھی ہے لیکن
باسفورس بین الاقوامی تجارت کے لئے کھول
دیا جائے گا۔ پانچویں دفعہ کا خلاصہ یہ تھا
کہ ترکی علاقوں کی اقلیتوں کا تحفظ کیا
جائے بشرطیکہ ہمسایہ ممالک بھی اپنی اپنی اقلیتوں
کے تحفظ پر آمادہ ہوں۔ آخری اور چھٹی
دفعہ میں یہ تھا کہ آئندہ حکومت کی تشکیل
تازہ ترین سیاسی نظریوں کے مطابق کی جائے
گی یعنی فرسودہ اصول حکومت سے گریز
کیا جائے گا۔

اس عہد و پیمان کی ایک نقل انگریزی افسر
کرنل رالن سن کو بھی بھیج دی گئی جو
مصطفےٰ کمال کا مدّاح تھا۔ رالن سن اس
کو پاتے ہی لندن روانہ ہو گیا جہاں اس
نے انگریزی حکومت کو سمجھانے کی کوشش
کی کہ ترکوں کی قومی تحریک بڑی اہم ہے
اور ایک نہ ایک دن کامیاب ہو کر رہے گی۔
لارڈ کرزن بظاہر تو اس کے بیان سے
متاثر ہوا اور اس سے پوچھا کہ مصطفےٰ کمال

Digitized By M.Y.M.R.

Scanned by CamScanner

کس قسم کے شرائط چاہتا ہے ؟

رالن سن نے اس کی تفصیل بتائی اور کرزن نے ایک بار پھر رالن سن کو مصطفےٰ کمال کے پاس واپس کیا تاکہ وہ ان کا قطعی عندیہ لے کر کرزن کو مطلع کرے۔

اس عرصے میں فرید پاشا صلح کانفرنس کے اراکین سے پیرس میں ملا اور اس نے انھیں ترکوں کے مطالبات سے آگاہ کیا لیکن فرید پاشا ناکام رہا فرید پاشا نے "ترکوں کے جرائم" کا اعتراف کر لیا تھا ان کا ذمہ دار اس نے جمعیت اتحاد و ترقی کو ٹھہرایا تھا اور بعض دلائل کے ساتھ التجا کی تھی کہ ترکی سامراج کو برقرار رکھا جائے کیونکہ اس کی بربادی سے مشرق تہ و بالا ہو جائے گا لیکن اراکین کانفرنس پر اس کا کوئی اثر نہ ہو۔ انھوں نے فرید پاشا کو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ پہلے امریکہ سے دریافت کر لیا جائے کہ آیا وہ ترکی کو اپنی سپردگی میں لینے کے لئے تیار بھی ہے یا نہیں ؟

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

سواس کانگریس اور اس کی قراردادیں

انگریز مدبّر چرچل کو اعتراف تھا کہ ترکوں پر حماقتیں سوار ہیں ۔ ان کی زندگی جرائم سے پُر ہے ۔ ان کا سامراج ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے لیکن ترک اب بھی ایک زندہ قوم ہے. اور اس کے سینے میں دھڑکتا ہوا دل آج بھی اپنے قومی کارناموں پر فخر کرتا ہے۔ترک زندہ قوم ہے جس نے دنیا کو صدیوں تک للکارا اور ہر مدِّ مقابل کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور اب تو اس کے پاس ایک جدید ترین فوج بھی ہے جس کا سالار ایک ایسا انسان ہے جو ہمارے سربراہوں سے کسی طرح کم نہیں۔

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

مصطفےٰ کمال کے متعلق چرچل کا یہ تبصرہ حقیقت پر مبنی تھا لیکن حقیقتاً اب تک ان کے پاس وہ جدید ترین فوج نہ تھی جس کا ذکر چرچل نے کیا تھا۔ البتہ ترکی میں مصطفےٰ کمال کی شکل میں ایک سالارِ اعظم ضرور موجود تھا جو مغربی مدبروں سے کسی طرح کم نہ تھا۔ جس نے ایک مرتبہ اپنے ایک دوست سے کہا تھا۔ "ہماری قومی فوج کسی باایمان آدمی کے پستول کی طرح ہے جو اس کے تکیئے کے نیچے رکھا ہوا ہے۔ جب یہ آدمی بالکل ناامید ہوگا تو کم از کم اس پستول سے خودکشی کر سکے گا"

بحالت موجودہ مصطفےٰ کمال کی نگاہ میں صرف دو فوجیں قابل اعتماد تھیں۔ پہلی وہ فوج جو کاظم کارابکر کے زیر کمان تھی۔ دوسری جس کا کمانڈر علی فواد تھا۔ علی فواد نے بمقام انقرہ ایک بے ضابطہ فوج کا ڈھچر تیار کر لیا تھا اور تار گھروں پر اپنے پرچم لہرا دیئے تھے اور اسی کے ساتھ ساتھ مقامی حکومت پر بھی قابض ہوگیا تھا لیکن دیگر علاقوں میں حالات سازگار

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

نہ تھے۔ قسطنطنیہ کی پٹھو حکومت فوج کے کمانداروں کو قسطنطنیہ واپس آنے پر مجبور کر رہی تھی اور بعض کماندار اس دباؤ کو قبول کر لیتے تھے لہٰذا مصطفےٰ کمال نے حکم دیا کہ ہر کمان دار اپنی جگہ ڈٹا رہے۔

اب سواس کانگریس کا متعینہ وقت آگیا تھا۔ مندوبین جمع ہو چکے تھے لہٰذا اس کا انعقاد ہوا۔ ہر مندوب سے عہد لیا گیا کہ "میں کسی ذاتی مفاد یا تمنا کا لحاظ نہ کروں گا، صرف وطن کی آشتی اور اس کے مفاد کے مطابق عمل پیرا ہوں گا، جمعیت اتحاد و ترقی کو زندہ کرنے کی سعی نہ کروں گا، کسی سیاسی جماعت کے مقاصد کو پیش نظر نہ رکھوں گا، یہ عہد میں اللہ کے نام پر کرتا ہوں۔"

مصطفےٰ کمال کو سواس کانگریس کا بھی صدر منتخب کیا گیا۔

جس کی قراردادیں یہ تھیں:

(۱) ارض روم کانگریس کی منظور شدہ قراردادوں کو اپنایا جائے۔

Scanned by CamScanner

(۲) سواس کانگریس کی قراردادوں پر عمل کر
کے لئے ایک مختصر کمیٹی بنائی جائے۔

(۳) امریکی کانگریس سے استدعا کی جائے کہ وہ اپ
طرف سے ایک وفد بھیجے جو ترکی کے حالا
کا جائزہ لے کر اپنی رپورٹ پیش کرے۔

(۴) یہ کانگریس ایک کمیٹی مقرر کرتی ہے جس کو
اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ ایک عارضی حکومت
قائم کرے۔

اس کے بعد ایک امریکی وفد جنرل ہوبارڈ
کی قیادت میں مصطفےٰ کمال کے پاس پہونچا اور اس
نے آرمینیا کو امریکہ کی سپردگی میں لینے پر بات چیت
کی۔ اس وفد کا قائد جب مصطفےٰ کمال سے
ملا تو اس کو جملہ حالات بتائے گئے۔ دوران
گفتگو مصطفےٰ کمال کے ہاتھ میں ایک تسبیح
تھی۔ جب امریکی جنرل نے ان سے پوچھا کہ
اب تم کیا کرنا چاہتے ہو تو انھوں نے فور
تسبیح کی ڈوری کو توڑ ڈالا اور اس کے دانے
منتشر ہو گئے۔ پھر انھوں نے ان دانوں کو
ایک ایک کرکے اٹھانا شروع کیا اور کہا کہ

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

آپ کے سوال کا یہ جواب ہے میں اسی طرح
اپنے ملک کے مختلف حصّوں کو یکجا کروں
گا تاکہ ایک آزاد اور متمدن حکومت قائم
کر سکوں۔ اس پر جنرل نے کہا کہ یہ امید
خلاف عقل ہے اور موجودہ حالات کے
خلاف بھی۔ سلسلہ گفتگو میں جنرل نے
کہا کہ

"انفرادی طور پر تو لوگوں کو خودکشی کرتے
برابر دیکھا گیا ہے لیکن یہاں مجھے کچھ ایسا نظر
آتا ہے کہ ایک قوم خودکشی کرنے والی ہے۔"
اس کا جواب مصطفےٰ کمال نے میز پر ہاتھ ٹیکا کر
دیا کہ ہم اگر کامیاب نہ ہوئے تو اس کو
ترجیح دیں گے کہ لڑتے لڑتے مرجائیں
بجائے اس کے کہ کسی پرند کی طرح دشمن
کے چنگل میں سسک سسک کر جان دیں۔
امریکی جنرل پر اس جواب کا بڑا اثر ہوا اور
وہ بولا کہ

ہم آپ کی جگہ ہوتے تو ہم بھی یہی کرتے۔

اس کے بعد مصطفےٰ کمال نے سواس کانگریس

Digitized By eGangotri

Scanned by CamScanner

کی کارروائی کو جلد جلد ختم کیا کیونکہ انھیں اندیشہ تھا کہ انگریز سواس میں داخل ہوجائیں گے مگر اسی کے ساتھ ساتھ ایک خیال یہ بھی کہ شاید فرانس اور انگریز یہ خطرہ مول لینے کے لئے تیار نہ ہوں۔

اب سلطان نے صوبۂ ارزنجان کے گورنر علی غالب کو مصطفےٰ کمال کی گرفتاری کے لئے تعینات کیا۔ مصطفےٰ کمال نے فوراً ایک انسدادی قدم اٹھایا اور حکم دیا کہ علی غالب کرد سپاہیوں کو جمع کر رہا ہے۔ جس کے ساتھ ایک انگریز افسر بھی ہے جو سلطان کے اشارے سے ملاطیہ بھیجا گیا ہے۔ اس انگریز افسر کے ساتھ بدری خاں قبیلے کے دو آدمی بھی ہیں جن کا اس علاقے میں بڑا زور رہ چکا ہے لہٰذا سپاہیوں کا ایک دستہ فوراً جائے اور انھیں گرفتار کرلے۔ مصطفےٰ کمال کے سرفروش جب ملاطیہ پہنچے تو علی غالب پہاڑوں میں جا چھپا اور کرد قبیلے بھی منتشر ہوگئے لیکن انگریز افسر کی ایک تحریر مصطفےٰ کمال کو ملی جس سے ظاہر ہوا کہ صرف داماد فرید پاشا ہی نہیں

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

بلکہ انگریز بھی انھیں گرفتار کرنے کی فکر میں ہیں۔

اب مصطفےٰ کمال نے یہ چال چلی کہ سلطان کو براہ راست ایک تار دیا جس میں لکھا کہ سلطان کی کابینہ مسلمانوں کا خون بہانے کی فکر میں ہے۔ ان کے افسر سرکاری روپیہ سے کردستان کو بغاوت پر آمادہ کر رہے ہیں، اس لئے ترک جماعت سلطان سے التجا کرتی ہے کہ ترکی کو اس فتنہ وفساد سے بچایا جائے، جس کو یہ غدار گروہ پیدا کر رہا ہے۔

اس عرصے میں انھوں نے ملک کے تمام علاقوں سے رابطہ قائم کیا اور اناطولیہ کے تارگھروں پر قبضہ کر لیا حتیٰ کہ قونیہ کے تارگھر پر بھی جس پر اطالوی فوج قابض تھی۔ تارگھروں کے جملہ ملازم مصطفےٰ کمال کے حق میں تھے لہٰذا ملک کے گوشے گوشے سے قسطنطنیہ کی حکومت کو تار پہنچنے لگے جس میں موجودہ کابینہ کے استعفےٰ کا مطالبہ کیا گیا۔

مصطفےٰ کمال نے ترکی علماء کو بھی عبدالکریم پاشا کے ذریعہ ملا لیا جو مصطفےٰ کمال کو قطب الاقطاب

Scanned by CamScanner

کے لقب سے پکارتا تھا۔ عبدالکریم پاشا نے یہ کوشش بھی کی کہ مصطفےٰ کمال اور سلطان کے نمائندوں سے ملاقات ہو جائے اور درمیانی غلط فہمیاں دور ہو جائیں لیکن یہ کوشش ناکام ہوئی۔

مصطفےٰ کمال کا تسلط جب اناطولیہ کے علاقوں پر قائم ہو گیا تو انگریزوں نے اناطولیہ کے ان مقامات سے اپنی فوج ہٹا لی جو خطرے میں تھے۔ اب سلطان کو داماد فرید پاشا کا استعفیٰ منظور کرنا پڑا۔ جس کی جگہ علی رضا پاشا کو نئی کابینہ کی تشکیل کرنے کی ہدایت کی گئی اور نئے انتخابات کے احکام جاری ہو گئے جس سے قوم پرست ترکوں کے دل بڑھ گئے۔ اخباروں کو آزادی مل گئی جو اب مصطفےٰ کمال کے بیانات شائع کرنے لگے۔

بقول مصطفےٰ کمال "ہم نے پہلی بازی جیت لی"۔ یہ سب کامیابیاں چار ماہ کے قلیل عرصے میں حاصل کر لی گئیں اور انگریزوں کی پٹھو ترکی کابینہ کا خاتمہ ہو گیا۔

Digitized By M.K.M.B.

Scanned by CamScanner

جمہوری حکومت کی تشکیل

قسطنطنیہ کے رویّے سے صاف ظاہر تھا کہ مصطفےٰ کمال کا شمار باغیوں میں نہیں ہے۔ نئی کابینہ کے سرغنہ علی رضا پاشا نے اپنا ایک ایلچی اناطولیہ بھیجا تاکہ اس علاقے کے حالات معلوم ہو سکیں۔ ایک اور ایلچی اماسیہ آیا جس کا خیر مقدم خود مصطفےٰ کمال نے کیا۔

استقبال کے وقت قومی حکومت کے بیشتر حامی جمع تھے جن کو اندازہ ہو گیا کہ قسطنطنیہ کی حکومت بھی قومی حکومت کو تسلیم کرنے پر تیار ہے بلکہ سواس کانگریس کی قراردادوں کو بھی قابل توجہ سمجھتی ہے جس کا بڑا ثبوت یہ فیصلہ

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

تھا کہ صلح کانفرنس میں صرف وہ نمائندے بھیجے جائیں گے جن پر قوم پرستوں کو اعتماد ہوگا۔

بحالت موجودہ سوال یہ تھا کہ نئی پارلیمان کا اجلاس کہاں ہو۔ قسطنطنیہ میں یا اناطولیہ کے علاقے میں؟ مصطفےٰ کمال قسطنطنیہ کی طرف سے مشتبہ تھے اور اسی لئے انھوں نے اپنی سیاسی سرگرمیوں کے لئے اناطولیہ کو پسند کیا تھا چنانچہ انھوں نے فیصلہ کیا کہ قسطنطنیہ اغیار کے زیر اثر ہے لہٰذا نئی پارلیمان کا جلسہ اناطولیہ کے علاقے میں ہونا چاہیئے اس مقام پر یہ بتانا ضروری ہے کہ اس نئی پارلیمان کے بیشتر اراکین قومی حکومت کے حق میں تھے۔

پھر کافی ردوخوض کے بعد اپنی رائے بدل دی اور باہمی مشورے سے یہ طے ہوگیا کہ پارلیمان کا اجلاس قسطنطنیہ ہی میں ہوگا مگر سوال تھا قوم پرست اراکین پارلیمان کے تحفظ اور متفقہ فیصلوں کے نفاذ کا لہٰذا مسلسل سوچ بچار کے بعد فیصلہ کیا گیا کہ انقرہ کو عارضی دارالحکومت مقرر کر دیا جائے کیونکہ انقرہ اور قسطنطنیہ کے

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

درمیان براہ راست ذرائع رسل و رسائل موجود تھے۔ اس لئے قوم پرست نمائندے قسطنطنیہ روانہ ہونے سے پہلے انقرہ میں جمع ہوگئے۔

مصطفےٰ کمال جب پہلی مرتبہ انقرہ آئے تو اس شہر کے باشندوں نے ان کا پُرجوش استقبال کیا کیونکہ یہ باشندے قومی تحریک آزادی سے دلی ہمدردی رکھتے تھے۔ لوگوں نے کہا کہ اس سے پہلے کبھی انقرہ میں ایسا اجتماع نہیں ہوا تھا۔ بدیشی لوگ بھی حیرت زدہ ہوکر رہ گئے۔ ان بدیشیوں میں چند انگریز افسر بھی تھے اور اسی طرح فرانسیسی افسر بھی جو اپنے ہمراہ تیونیسی سپاہیوں کو لائے تھے۔

مصطفےٰ کمال جلسے میں جانے سے پہلے جامع حاجی بیرام گئے۔ پھر ایک سرکاری عمارت کے بالا خانے پر کھڑے ہوکر انھوں نے اہل انقرہ سے خطاب کیا۔ چند دنوں بعد عصمت بھی انقرہ آپہنچا جو قسطنطنیہ کی وزارت جنگ سے متعلق تھا۔ چونکہ وہ بہت دیر سے تحریک آزادی میں شریک ہوا تھا اس لئے بعض لوگ اس کی طرف

Digitized By M.Y.M.R.

Scanned by CamScanner

سے مشکوک تھے ۔ مصطفےٰ کمال نے بھی کسی حد تک بے اعتنائی برتی۔ علی فواد وغیرہ نے بھی سرد مہری کا اظہار کیا۔ یہ وہی عصمت تھا جو آگے چل کر مصطفےٰ کمال کا دست راست بنا۔ عصمت کی طرف سے یہ بے توجہی اس مخالفت کی تمہید بن گئی جو آگے چل کر تحریک آزادی کے بانیوں اور دیر کرکے تحریک میں شریک ہونے والوں کے درمیان پیدا ہوئی۔

ممبران پارلیمان فرداً فرداً انقرہ پہنچ رہے تھے۔ مصطفےٰ کمال نو وارد ممبروں کو برابر اتحاد کی تلقین کر رہے تھے کیونکہ ان کو اندیشہ تھا کہ مبادا ان میں پھوٹ پڑ جائے کیونکہ جن علاقوں سے یہ اراکین منتخب ہوئے تھے ان کے مفاد ایک دوسرے کے متضاد تھے۔ اس کے علاوہ یہ اراکین بیشتر نوآموز تھے اور اصول جمہوریت سے نابلد تھے۔ ان میں سے بعض تو مصطفےٰ کمال کی طرف سے مشتبہ تھے۔ بعض کا خیال تھا کہ اب مصطفےٰ کمال اپنا کام کر چکے ہیں اس لئے اب ان کی ضرورت نہیں رہی۔

مصطفےٰ کمال چاہتے تھے کہ یہ اراکین قسطنطنیہ

روانہ ہونے سے پہلے تحریک آزادی کے اصولوں کو اچھی طرح سمجھ لیں تاکہ قسطنطنیہ میں جب ان پر طرح طرح کے اثر ڈالے جائیں اور بعض کو خریدنے کی کوشش کی جائے تو ان کے قدم ڈگمگا نہ سکیں۔ جب یہ اراکین قسطنطنیہ پہونچے تو مصطفےٰ کمال کے مخالفین کے کہنے میں آ گئے اور ان میں وہ اتحاد ختم ہو گیا جس کی تلقین مصطفےٰ کمال نے کی تھی اور پارلیمان کی کارروائی شروع ہوئی تو انھوں نے مصطفےٰ کمال کو پارلیمان کا صدر منتخب کرنے سے انکار کر دیا۔ عصمت قسطنطنیہ واپس آ چکا تھا۔ اس نے مصطفےٰ کمال کو ان دگرگوں حالات سے مطلع کیا۔ مصطفےٰ کمال کے لئے بجز اس کے کوئی چارہ نہ رہا تھا کہ وہ انقرہ میں رہ کر اپنے قدم جمائیں تاکہ سلطان اور اس کی حکومت کو معلوم ہو جائے کہ اب ان کے اثر کو ضعف پہونچانا حکومت قسطنطنیہ کے بس کی بات نہیں رہی۔

ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۰ء میں جب پارلیمان کا جلسہ شروع ہوا تو پتہ چلا کہ مصطفےٰ کمال کے حامی

Digitized By eGangotri

Scanned by CamScanner

بکثرت ہیں۔

انگریز اس بات پر برہم ہوئے اور انہوں نے مطالبہ کیا کہ وزیر جنگ جمال پاشا اور فوج کے رکن جواد پاشا اپنا استعفیٰ داخل کریں کیونکہ انگریزوں کے خیال میں یہ دونوں قومی فوج کے چھپے ہوئے معاون تھے لیکن قبل اس کے کہ پارلیمان منتشر کی جائے اس کے اراکین نے مصطفےٰ کمال کے تیار کردہ قومی معاہدے کی تصدیق کر دی۔ اس طرح اس معاہدے کو باضابطہ صورت حاصل ہوگئی۔

اب کرزن کو موقع ملا کہ وہ ترکوں کے لئے صلح نامہ کا مسودہ تیار کرے۔ اس مسودے کی ایک دفعہ کی رو سے ترکوں کو "مال و اسباب" سمیت یورپ سے رخصت ہونا لازمی تھا۔ البتہ وہ اناطولیہ کے علاقوں میں رہ سکتے تھے۔ وزیر ہند مون ٹیگو اس تجویز کے خلاف تھا کیونکہ ہندی مسلمان تحریک خلافت شروع کر چکے تھے۔ وزیر ہند نے برطانوی کابینہ کو سمجھایا کہ سلطان کا بحیثیت خلیفۃ المسلمین قسطنطنیہ میں رہنا ضروری ہے اگر ترکوں کو یورپ

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

اور قسطنطنیہ سے رخصت کر دیا گیا تو ہندوستان میں انگریزی حکومت خطرے میں پڑ جائے گی۔

وزارت جنگ نے مختلف اسباب کی وجہ سے وزیر ہند کی اس تجویز کی تائید کی اور بالآخر برطانوی کابینہ بھی وزیر ہند کی تجویز سے متفق ہو گئی اور طے پایا کہ ترکوں کو قسطنطنیہ میں رہنے دیا جائے مگر درۂ دانیال میں ہر ملک کو جہازرانی کا حق حاصل ہو گا۔

فرانس بھی اس بات پر راضی ہو گیا اور حکومت قسطنطنیہ کو اس فیصلے کی اطلاع دے دی گئی۔ مصطفےٰ کمال اس وقت انقرہ میں تھے۔ انھوں نے اس فیصلے سے اتفاق نہیں کیا کیونکہ اس کے ساتھ ایک یہ شرط بھی تھی کہ قومی فوج دشمنوں کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرے۔ جس کے معنی یہ بھی تھے کہ یونان سے لڑائی بند کر دی جائے۔ مصطفےٰ کمال کو اندیشہ پیدا ہوا کہ دشمن اس بہانے سے قسطنطنیہ پر قبضہ جمانا چاہتا ہے اور قومی فوج پر قابو حاصل کرنے کی فکر میں ہے۔

Digitized By M. I. M. B.

Scanned by CamScanner

فرانس اب ترکوں کے ساتھ تھا اس کا ہائی کمشنر خود مصطفےٰ کمال سے ملا اور اس نے فرانسیسی حکومت کی نمائندگی کی۔ فرانس کی حالت اس وقت علاقۂ سلیشیا میں دگرگوں تھی اس لئے فرانس ترکوں کو خوش کرنا چاہتا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ مصطفےٰ کمال کو اتحادی دشمنوں میں پھوٹ کے آثار نظر آئے۔ انھوں نے فوراً تاڑ لیا کہ اب فرانس قومی حکومت کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوا چاہتا ہے۔ چنانچہ وہ فوراً اس بات پر راضی ہوگئے کہ اگر فرانس سلیشیا سے دست بردار ہو جائے تو وہ اس کی مدد کے لئے تیار ہے۔ اب پیرس کے اخبار بھی ترکوں کی حمایت کر رہے تھے۔

مصطفےٰ کمال نے اس موقع سے فائدہ اٹھاکر فرانسیسی حکومت کے گوش گذار کیا کہ انگریز قسطنطنیہ پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں جس سے فرانس اور انگریزوں کے درمیان کھلم کھلا پھوٹ پڑ گئی بلکہ اس کے بعد فرانسیسی حکومت نے خود اس خیال کی تصدیق کی اور یورپ کی دو قوموں کے

درمیان نظریاتی اختلاف پیدا ہو گیا۔

خبر بالکل سچ ثابت ہوئی اور بالآخر انگریزوں نے علانیہ قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا۔ قبضے کی خبر قسطنطنیہ کے تار گھروں کے ملازموں نے مصطفےٰ کمال کو پہونچائی لیکن انگریزوں نے فوراً ہی تار گھروں پر بھی قبضہ کر لیا اور تمام ذرائع رسل ورسائل ختم ہو گئے لیکن قبضے کے سلسلے میں فرانسیسی اور اطالوی فوجوں نے انگریزوں کا ساتھ نہیں دیا۔

قسطنطنیہ پر قبضہ کے بعد انگریزوں نے تازہ قبروں کو کھودنا شروع کیا کہ شاید ان قبروں میں اسلحہ دفن ہوں اور اسی کے ساتھ دھمکی دی کہ اگر ترکوں نے اب بھی ہتھیار نہ ڈالے تو قسطنطنیہ پر مستقل قبضہ کر لیا جائیگا۔

اس کے بعد انگریزوں نے پارلیمان کے ۸۵ ممبروں کو گرفتار کیا۔ رؤف بے کسی نہ کسی طرح بچ نکلا اور سواس آگیا۔ خالدہ ادیب کا شوہر عدنان رؤف بے کا ہم نوا تھا اور خالدہ ادیب خانم بھی اناطولیہ پہونچنے کی تیاری

Scanned by CamScanner

کر رہی تھی۔

اس عرصے میں انگریزوں نے پارلیمان میں داخل ہوکر اور رؤف بے کو گرفتار کرکے اس کو مالٹا جلاوطن کر دیا۔ مصطفٰے کمال نے انتقاماً اناطولیہ کے انگریز افسروں کو گرفتار کر لیا جن میں کرنل رالن سن بھی شامل تھا۔

قسطنطنیہ پر قبضہ کرنے کا یہ نتیجہ نکلا کہ جو ممبران پہلے انگریزوں کے حق میں تھے اب وہ بھی مصطفٰے کمال کے حق میں ہوگئے۔ حتیٰ کہ علی رضا جو اس وقت حکومت قسطنطنیہ کا وزیراعظم تھا، انگریزوں کے خلاف ہوگیا اور ان کی دھمکی کے باوجود اس نے مصطفٰے کمال کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ اب سلطان نے انگریزوں کے حکم پر علی رضا کو برخاست کرکے توفیق پاشا کو وزیراعظم بنانا چاہا مگر اس نے انکار کر دیا تو مجبوراً سلطان کو انگریزوں کے پٹھو داماد فرید پاشا کو وزیراعظم مقرر کرنا پڑا اور بقول چرچل ایک "کمزور ترین حکومت" وجود میں آگئی۔

داماد فرید پاشا نے پارلیمان کو ختم کر دیا۔ جو

عثمانی سامراج کی آخری پارلیمان تھی۔ اب داماد فرید پاشا کی حکومت قومی فوج کی طرف متوجہ ہوئی۔ انگریز ہائی کمشنر نے کرزن کو مطلع کیا کہ ہم نے ایک ہی وار میں ترکوں کی قومی تحریک کو ختم کر دیا لیکن سر ہیزی ولسن نے جو انگریزی فوج کا چیف تھا اپنے روزنامچے میں لکھا۔ "یہ عبا پوش اصلیت سے بالکل نابلد ہیں اور اس مغالطے میں ہیں کہ ترکی کے ایشیائی علاقوں پر ان کا راج ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم بعد التوائے جنگ بھی دور دراز علاقوں میں پہونچنے سے قاصر رہے"۔

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

مصطفےٰ کمال کا اعلان جہاد

قسطنطنیہ پر قبضہ انگریزوں کے نزدیک ان کی بڑی کامیابی تھی لیکن مصطفےٰ کمال نے اس کو اپنی قوم پر ایک ضرب کاری قرار دیا۔ انھوں نے ترکوں کی حمیت کو للکارا اور کہا کہ

"ان غاصبوں نے قسطنطنیہ کی سات سو سالہ ترکی حکومت کو پاش پاش کر دیا ہے اور ہمارے مرکز خلافت کے تقدس کو خاک میں ملا دیا ہے اس لئے اس کی حفاظت ہم پر فرض ہے"۔

اسی کے ساتھ انھوں نے جہاد کا آوازہ بلند کیا اور اعلان کیا کہ ہمارا جہاد اسلام کے لئے ہے اور خدا ہمارے ساتھ ہے۔

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

یہ آوازۂ جہاد تمام عالم اسلام میں گونج گیا اور مصطفیٰ کمال نے امریکہ اور یورپ کے روشن خیال علمبرداران امن سے احتجاج کیا کہ انگریزوں نے التوائے جنگ کے بہانے سے ایسی مجرمانہ حرکت کی ہے، جس کے نتیجے میں ترکی قوم کے ذرائع مدافعت مسدود ہوگئے ہیں۔

اسی کے ساتھ ساتھ انھوں نے اپنے گورنروں کو ہدایت کی کہ چونکہ ترکی کا رابطہ غیر ملکوں سے منقطع ہو چکا ہے اس لئے عیسائی اقلیتوں کو کوئی بیرونی حمایت حاصل نہ ہوگی۔ اس لئے ضروری ہے کہ ان کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے۔ جو ہماری قوم کے تمدن اور انسانیت کے لئے طرۂ امتیاز ہوگا۔

اس کے بعد مصطفیٰ کمال نے نئی پارلیمان کے اجلاس کا اعلان کیا جو انقرہ میں منعقد ہوا اور جس میں وہ پرانے ممبر بھی شریک ہوئے جن کو انگریز قسطنطنیہ میں گرفتار نہ کر سکے تھے۔ باقی ممبر نئے تھے، جن کو ملک کے مختلف حلقوں سے منتخب کیا جانا تھا۔ یہ بھی طے پایا کہ اس پارلیمان

Digitized By M.M.B

Scanned by CamScanner

کا اجلاس انقرہ ہی میں ہوتا رہے گا۔

ترکوں کا جذبۂ حریت بیدار ہو چکا تھا۔ وہ کسی نہ کسی طرح قسطنطنیہ سے نکل نکل کر اناطولیہ پہونچ رہے تھے۔ قسطنطنیہ میں انگریزوں نے جگہ جگہ اشتہار چسپاں کر دئے تھے کہ جو کسی قوم پرست ترک کو پناہ دے گا وہ سزائے موت کا مستوجب ہوگا۔ اس لئے مصطفےٰ کمال کے حامیوں نے خیریت اسی میں دیکھی کہ اناطولیہ پہونچ جائیں۔ خالدہ ادیب خانم اور اس کے شوہر ڈاکٹر عدنان نے ایک بڈھے خوجے اور خوجن کا بھیس اختیار کیا اور سقوطری کے ایک تکئے میں پہونچ گئے۔ جہاں سے دونوں اپنے ہمراہیوں کے ساتھ انقرہ آ گئے۔ راستے میں ان کی مڈبھیڑ ایک انگریزی دستے کے سپاہیوں سے ہوئی لیکن وہ بچ نکلے۔

انقرہ جاتے ہوئے خالدہ نے دیکھا کہ مقدونی سپاہی تحریک آزادی کے نشے میں سرشار انقرہ کی طرف جا رہے ہیں۔ یہ لوگ انور پاشا کے مداح تھے اور سلطان کو غدار سمجھتے تھے۔ ان کے کمانڈر نے آہستہ آہستہ مصطفےٰ کمال کی خوبیان

بیان کیں تو یہ سپاہی مصطفےٰ کمال کے بھی حامی ہو گئے۔

خالدہ اور اس کے ساتھی جب انقرہ پہونچے تو ان کو خوش خبری ملی کہ علی فواد نے انگریزوں کو عسکی شہر سے مار بھگایا۔

انقرہ میں نئی پارلیمان کا اجلاس

قسطنطنیہ پر انگریزوں کا قبضہ ہونے کے بعد سلطان اور شیخ الاسلام نے ایک فتویٰ شائع کیا جس کی رُو سے مصطفےٰ کمال کے حامیوں کو باغی قرار دیا گیا اور باغی کے قتل کو ازروئے اسلام ہر شخص کا فرض بتایا گیا۔

چند علماء اناطولیہ بھی بھیجے گئے تاکہ قوم پرستوں کے خلاف جنگ کی تلقین کریں۔ خلیفہ کے نام پر ایک فوج تیار کی گئی جس کے سپاہیوں کی بڑی بڑی تنخواہیں مقرر کی گئیں۔ اس فوج میں قسطنطنیہ کے بے روزگار غنڈے بھرتی ہونے لگے اور اس نے ازمر پہونچ کر شمالی مشرقی اناطولیہ پر کچھ اثر بھی پیدا کر لیا۔ گویا ترک کا گلا

Digitized By M.Y.N.B

Scanned by CamScanner

کاٹنے لگا۔ جو انگریزوں کا کامیاب ترین حربہ تھا۔
مصطفٰے کمال نے باوجود ان دقتوں کے اپنی توجہ پارلیمنٹ کی طرف مبذول رکھی اور ان علماء کو جمع کیا جو اس کے حامی تھے۔ ان علماء نے بھی ایک فتویٰ جاری کیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ جو فتویٰ غیر مسلموں کے حکم سے جاری کیا جائے وہ باطل ہے۔ اس فتوے کے آخر میں مسلمانوں سے اپیل کی گئی کہ وہ "خلیفۃ المسلمین کو قید سے رہا کریں۔"
مصطفٰے کمال کا مقصد یہ تھا کہ سلطان غدّار نہیں ہیں بلکہ دشمنوں کے ہاتھ میں قید ہیں اور اپنے عمل کے مختار نہیں ہیں ——— مصطفٰے کمال ترکوں کی ذہنیت سے واقف تھے اور جانتے تھے کہ خلیفۃ المسلمین کی حیثیت سے ترک سلطان کا بڑا احترام کرتے ہیں جو آسانی سے ختم نہیں ہو سکتا لہٰذا سلطان کے عمل کی ذمہ داری انگریزوں پر ڈال دینا عین مصلحت تھا۔
پارلیمان کی رسم افتتاح کے لئے جمعہ کا دن مقرر تھا۔ اور طے کیا گیا تھا کہ افتتاح سے پہلے

جامع حاجی بیرام میں نمازِ شکرانہ ادا کی جائے گی ۔ اور معزز اراکین پارلیمان اس نماز میں شرکت کریں گے ۔ یہ بھی قرار پایا تھا کہ پارلیمان کے آغاز سے دو دن پہلے ہر جگہ قرآن اور صحیح بخاری کا ورد کیا جائے گا ۔ اس کے ساتھ ہی دشمنوں کے ہاتھ سے خلیفۃ المسلمین کی رہائی کے لئے دعا مانگی جائے گی ۔ پھر محفل میلاد منعقد کی جائے؟

چنانچہ ان تمام رسومات کے ساتھ قومی پارلیمان کا پہلا اجلاس ۲۳ اپریل ۱۹۲۰ء کو شروع ہوا ۔ پہاڑیوں کی چوٹیوں پر سپاہی تعینات کئے گئے کہ مبادا سلطانی فوج عین موقع پر آ پہنچے ۔ اس موقع پر اہالیان انقرہ اور ملحقہ علاقوں کے باشندوں نے اپنے پھٹے پرانے کپڑوں میں جامع حاجی بیرام کو ایسا گھیر لیا کہ ممبران پارلیمان کے لئے مسجد میں داخلہ مشکل ہوگیا ۔

ممبران پارلیمان کی عمارت میں جلوس کے ساتھ داخل ہوئے ۔ آگے آگے تین امام تھے جن کے ہاتھ میں سبز علم نبوی تھا ۔ اس علم کو اندرون

Digitized by M.T.M.B

Scanned by CamScanner

عمارت نصب کیا گیا جس پر آیاتِ قرآنی بھی لکھی ہوئی تھیں۔ تمام ممبروں نے حلف اٹھایا کہ بدل وجان سلطنت، خلافت، ملک و قوم کا تحفظ کریں گے۔ ممبروں کی کل تعداد ۳۶۹ تھی۔ بیشتر ممبروں کے سر پر یا تو ترکی ٹوپی تھی یا عمامہ۔ صرف چند ممبر کلپاک ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔ ایوان پارلیمان سے ملحق ایک کمرہ تھا جو نماز کے لئے مخصوص تھا اور شراب نوشی ممنوع تھی۔

ان التزامات کے ساتھ پارلیمان کا پہلا جلسہ منعقد ہوا اور بخیر و خوبی ختم ہوا۔

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

بروسا پر یونانیوں کا قبضہ

اہل مغرب شروع ہی سے ترکی کو ختم کرنے کا عہد کر چکے تھے۔ انھوں نے آپس میں ایک معاہدہ کیا تھا جس کو صلح نامہ "سیورس" کا نام دیا گیا تھا اور جس کی رُو سے ترکی کو اس طرح منقسم ہونا تھا۔

۱ تھریسی کا پورا علاقہ یونان کو دیا گیا تھا اور قسطنطنیہ کے مغرب میں صرف چند میل کا علاقہ ترکوں کے پاس رہ گیا تھا۔

۲ سمرنا بھی یونانیوں کے حوالے کر دیا گیا تھا۔

۳ ترکی کے قبضے میں جو آٹھ جزیرے تھے وہ سب کے سب یونان کے حصّے میں آئے تھے۔

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

۴ ڈوڈیکنیز کے جزیرے اٹلی کو دیئے گئے تھے۔

۵ مشرق میں آرمینیا کو آزاد کیا گیا تھا اور اسی طرح علاقۂ کردستان کو بھی نیم آزادی دی گئی تھی۔

۶ اناطولیہ کے چند علاقے اٹلی اور فرانس کے ہاتھ آئے تھے۔

۷ شام اور لبنان، فرانس کے سپرد کئے گئے تھے۔

۸ عراق پر انگریزوں کا حق تسلیم کر لیا گیا تھا۔

۹ مصر کو جو ۱۸۸۱ء ہی سے انگریزوں کے قبضے میں تھا اب کھلّم کھلا انگریزوں کے زیر نگیں قرار دیا گیا تھا۔

۱۰ درۂ دانیال بین الاقوامی علاقہ قرار پایا تھا۔

۱۱ ترکی حکومت کا محکمہ مالیہ اتحادیوں کے ماتحت کر دیا گیا تھا۔

۱۲ غیر ملکی باشندوں پر مقدمہ چلانے کا حکم صرف انھیں کی حکومتوں کو دیا گیا تھا۔

۱۳ ترکی فوج کی تعداد برائے نام مقرر کی گئی تھی اور وہ بھی اتحادیوں کی ماتحتی میں دیدی

Digitized BY M.K.M.B.

Scanned by CamScanner

گئی تھی۔ بعض ترکی دستے بھی غیر ملکی افسروں کے تحت کر دئے گئے تھے۔

اس کا مسودہ ترکی کے نمائندوں کو دے دیا گیا اور ایک مہینے کے اندر دستخط کرکے واپس کر دینے کی میعاد مقرر کر دی گئی۔

فاتحین کو یقین تھا کہ ترک اب تک ویسے ہی کمزور ہیں جیسے وہ لڑائی سے پہلے تھے۔ مصطفےٰ کمال کو تو وہ خاطر میں بھی نہ لاتے اور اسی بناء پر انھوں نے ترکی کے حصّے بخرے کر لئے تھے۔

یونان کو سب سے بڑا حصّہ اس لئے دیا گیا تھا کہ یونانی وزیراعظم وینی زلوز برطانوی وزیراعظم لائڈ جارج کا منہ لگا تھا اور انگریزوں نے یہ بھی سوچا کہ وہ تو لڑائی میں تھک چکے ہیں اس لئے اپنی بلا یونانیوں کے سر ڈال دیں۔ مسودے کی ایک نقل وینی زلوز کو بھی دے دی گئی۔ جو اس کو پاکر اتنا خوش ہوا کہ اس نے اپنی جیت ظاہر کرنے کے لئے شرائط کا اعلان کر دیا جس کی خبر ترکوں کو بھی مل گئی۔ مصطفےٰ کمال بھی یہی

Digitized By M.Y.M.F.

Scanned by CamScanner

چاہتے تھے۔ ترک ان کے خیال کے مطابق ان شرائط کو سنتے ہی آگ بگولہ ہوگئے اور نتیجے میں وہ لوگ بھی مصطفیٰ کمال کے ساتھ آگئے جو اب تک ان کے مخالف تھے۔

مصطفیٰ کمال نے موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنی فوج کو ازمر میں مقیم سلطانی فوج کے مقابل لا کھڑا کیا اور اس کو مار بھگایا ـــــ اب فاتح لشکر قسطنطنیہ کے بالکل سامنے تھا۔

انگریزی فوج پر اس سے ایسی گھبراہٹ طاری ہوئی کہ اس نے اپنے تمام فوجی ذخیروں کو آگ لگا دی تاکہ پسپا ہونے میں انہیں کوئی دقت نہ ہو بلکہ اسی وقت سے وہ قسطنطنیہ کو خالی کرنے کے منصوبے بھی بنانے لگے۔ آلۂ کار بنانے کے لئے انھوں نے یونانیوں کو تجویز ہی کر لیا تھا جو ان کی ہر آفت اپنے سر لینے کو تیار تھے۔ چنانچہ لائڈ جارج نے وینی زلوز کو اشارہ کر دیا جس نے فوراً دو ڈویژن فوج سمرنا سے شمال کی طرف روانہ کر دی ـــــ سمرنا پر وہ پہلے ہی قبضہ کر چکا تھا۔

Digitized By M.A.B.

Scanned by CamScanner

یونانیوں کی یہ حرکت شرائط التوائے جنگ کے خلاف تھی جس پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ لائڈ جارج کو یقین تھا کہ یونانی ترقی کرنے والی قوم ہے۔ اس لئے اس نے اپنی امیدیں اس سے وابستہ کر دیں —— ترکی فوج علی فواد کے زیر کمان تھی۔ یونانیوں کو یقین تھا کہ وہ پوری طرح مسلح نہ ہونے کی وجہ سے بھاگ کھڑی ہو گی —— علی فواد نے ان کی یہ توقعات پوری ہونے میں مزاحمت نہ کی اور وہ دانستہ بروسا کی جانب پیچھے ہٹتا گیا اور آخر یونانی بروسا پر بھی قابض ہو گئے جہاں ان کو مزید کمک بھی پہنچ گئی۔ یونانیوں کے حوصلے بڑھتے جا رہے تھے اور ترک جنرل اپنی کمزوریوں کو محسوس کر رہے تھے۔ اسی عرصے میں یونانیوں نے مشرقی تھریس پر بھی قبضہ کر لیا اور ادرنہ پر بھی ہلہ بول دیا۔

بقول چرچل ان آسان فتوحات پر "اتحادی مدبروں نے یونانیوں کو شاباش دی اور اتحادی جنرل خوشی میں آنکھیں ملنے لگے۔"

دل شکن اور مایوس کن حالات میں

Digitized By M.Y.M.B

Scanned by CamScanner

داماد فرید پاشا نے صلح نامہ سیورلیں پر دستخط کر دئے اور ترکوں کے دشمنوں کا خواب بظاہر شرمندہ تعبیر ہونے لگا۔

اناطولیہ میں ہر طرف ماتم برپا ہو گیا کیونکہ بروسا ترکوں کی نظر میں مقدس ترین شہر تھا۔ انقرہ میں ممبران پارلیمان نے مطالبہ کیا کہ جن افسروں نے بروسا کو حوالے کیا ہے ان کو سخت سزا دی جائے۔ ایک عام ہراس اور بدحواسی کا عالم تھا۔ البتہ صرف ایک شخص تھا جس نے ہمت نہیں ہاری اور وہ تھا مصطفےٰ کمال۔

حالت اس درجہ مایوس کن ہو گئی تھی کہ یونانی چاہتے تو تمام اناطولیہ پر قبضہ کر لیتے۔ عین اسی زمانے میں اندرون ملک گڑبڑ پیدا ہوئی۔ انقرہ کے مشرق بمقام یوزغت "چپن اوغلو" خاندان نے سلطان کی حمایت میں ایک آزاد حکومت قائم کر لی اور شہر کیسری پر نظریں ڈالنے لگا۔ باغی خاندان کو اگر روکا نہ جاتا تو مرکزی اناطولیہ کے ہاتھ سے نکل جانے میں کوئی شک نہ رہا تھا۔ چرکیس ایتم ان کا خودسر سرگروہ تھا۔ مصطفےٰ کمال نے اس سے

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

عسکی کے مقام پر ملاقات کی مگر اس نے بغاوت کی ساری ذمہ داری مصطفےٰ کمال ہی پر ڈال دی۔

مصطفےٰ کمال اس کی ذہنیت کو سمجھ چکے تھے لہٰذا انھوں نے اس کو رام کرنے کے لئے پارلیمان میں پیش کیا جہاں سارے ممبروں نے سروقد کھڑے ہوکر اس کی تعظیم کی جس سے وہ بہت خوش ہوا اور اس نے وعدہ کیا کہ وہ چپن اوغلو کی بغاوت فرو کرنے میں ہر ممکن امداد دے گا۔ چنانچہ چرکیس ایثم کی چھوٹی سی فوج لانے کے لئے عسکی شہر سے ایک اسپیشل ٹرین روانہ کی گئی۔ جس کے آجانے کے بعد یوزغت پر حملہ کیا گیا اور صبح ہونے تک قومی فوج شہر میں داخل ہوگئی۔ باغیوں کو سولی پر لٹکایا گیا اور بالآخر یہ خطرناک ترین اندرونی بغاوت ختم ہوگئی۔

یونانیوں نے طے کیا تھا کہ موسم خزاں میں پیش قدمی کرکے عسکی شہر اور افیون کرا حصار کی ریلوے لائن پر قبضہ کرلیں گے۔ جس کے بعد انقرہ اور قونیہ ان کے رحم وکرم پر ہوں گے۔ ان کے کے پاس باضابطہ مسلح فوج تھی۔ جس کے برعکس

Scanned by CamScanner

قوم پرست ترکوں کے پاس ہتھیار بھی برائے نام تھے اور سپاہیوں کی تعداد بھی بہت تھوڑی تھی ایسے حالات میں مصطفیٰ کمال کے لئے بجز پیچھے ہٹنے کے کوئی چارہ نہ تھا

وہ دل شکستہ تھے مگر ان کی ہمت جوان تھی ـــــ تاہم قوتوں کا توازن ان سے چھپا نہ تھا۔ انھوں نے ایک بدیشی نامہ نگار علاء الدین جب سے کہا تھا کہ اگر یونانیوں نے پانچ لاکھ فوج کے ساتھ حملہ کر دیا تو وہ باسانی انقرہ بلکہ قونیہ پر بھی قبضہ کر لیں گے اور ہم مجبور ہو جائیں گے کہ سواس میں استقامت اختیار کر کے چھاپہ ماروں کو ان پر متعین کر دیں کیونکہ چھ سو میل لمبے محاذ پر ان کا مقابلہ کرنا ہمارے امکان میں نہ رہے گا۔

مصطفیٰ کمال کے اس بیان سے ظاہر تھا کہ انھوں نے امید کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا تھا اور ترکی کی آزادی کا جوش بدستور ان میں موجود تھا۔ یونانیوں نے ریلوے پر قبضہ کرنے کے لئے پیش قدمی شروع کی تو قومی فوج نے مدافعت

کی لیکن وہ ناکام رہی ۔ اس پر لائڈ جارج نے لندن میں برطانوی دارالعلوم کو بتایا کہ ترکوں کی حالت بہت گر گئی ہے ۔ اب وہ سنبھل نہیں سکتے ـــــ فرانس اور اٹلی یونانیوں کی کامیابی کا جائزہ لے رہے تھے کیونکہ اس سے ان کے مفاد کو خطرہ تھا لہذا وہ نہ چاہتے کہ یونانی انقرہ پر قابض ہو جائیں ۔ حالات کو آگے بڑھتے دیکھ کر انھوں نے سپریم کونسل سے رجوع کیا جس نے یونانیوں کو حکم دیا کہ وہ مزید پیش قدمی نہ کریں اور مجبوراً انھیں رک جانا پڑا ۔

وہ ریلوے لائن سے تھوڑی ہی دور تھے کہ انھیں اپنی پیش قدمی روک دینا پڑی جس سے ان کا محاذ منتشر ہو گیا اور یہ انتشار ایسی جگہ ہوا جہاں ترک ان پر باری باری سے حملہ کر سکتے ۔

ترکی اور روس کا معاہدہ

روس اور ترکوں کی دیرینہ دشمنی تھی لیکن اس موقع پر روس نے ترکوں کو تعاون کی پیش کش کی ۔ مصطفٰے کمال کا پیدا کردہ انقلاب

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

روس کے نزدیک باعث خیر تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ ترک بلکہ سارا ایشیا اشتراکیت سے متاثر ہو جائے گا۔ فوجی ضروریات کے لحاظ سے بھی ترکی روس کے لئے بہت اہم تھا کیونکہ ان دنوں انگریز کے اکسانے پر وہاں خانہ جنگی شروع ہوگئی تھی اور روس کے جنوبی علاقوں کو بچانا ضروری تھا جہاں سے انگریز ہندوستان کے راستے روس میں داخل ہو سکتے تھے۔

ان حالات سے فائدہ اٹھاکر مصطفےٰ کمال نے اپنے ایک ایلچی خلیل پاشا کو روس بھیج دیا تاکہ روس سے نقدی مدد اور اسلحہ حاصل کیا جائے۔ جس میں کامیابی ہوئی لیکن اس امداد کی مقدار بہت کم تھی لہٰذا مصطفےٰ کمال نے ایک باضابطہ سرکاری وفد بکر سمیع کی قیادت میں ماسکو روانہ کیا اور لینن کو ایک خط لکھا کہ ترکوں کی مدد کرنا روس کا اصولی فریضہ ہے کیونکہ ترک سامراجیت کا مقابلہ کر رہے ہیں۔

اس مدّت میں روس نے ترکوں کی قومی حکومت کو تسلیم کر لیا اور ترکی اور روس کے درمیان حدبندی

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

کی بھی پیش کش کردی۔ اسی کے ساتھ ساتھ علاقہ آذربائیجان کا مطالبہ کیا اور آرمینیا کے حملے میں تعاون کا یقین دلایا۔ مصطفےٰ کمال نے رضامندی دے دی اور روس سے اسلحہ اور نقد امداد حاصل کرلی۔

مصطفےٰ کمال کو اندازہ ہوگیا تھا کہ روس کی اشتراکی حکومت عالم اسلام کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتی ہے اور چونکہ ترک خلافت کے سبب عالم اسلام کے قائد سمجھے جاتے ہیں اس لئے روس نے ترکی کے معاہدہ کو عالم اسلام کی خوشنودی کا موجب قرار دیا ہوگا۔

اسی زمانے میں روس نے بمقام باکو مسلمان ہمسایوں کا ایک جلسہ طلب کیا، جس میں شرکت کے لئے مصطفےٰ کمال نے ایک بڑا وفد روانہ کیا۔ روسی چاہتے تھے کہ عالم اسلام ہندوستان کی سرحد تک متحد ہو جائے۔ انور پاشا بھی اس جلسے میں بحیثیت نمائندہ عالم اسلام شریک تھے۔ انھوں نے مصطفےٰ کمال کو اطلاع دی کہ میں اشتراکی روس میں مقبول ہوں اور ترکوں کی امداد کے لئے ماحول ہموار کرچکا ہوں۔

کچھ دنوں بعد روس اور ترکی کے درمیان معاہدہ اتحاد مکمل ہوگیا اور ترکی کا نمائندہ یوسف کمال ترکی

Scanned by CamScanner

واپس آگیا جو دس لاکھ روبل اور اسلحہ کی پہلی قسط اپنے ساتھ لایا تھا۔ روس نے اس کے عوض میں چند علاقے ترکوں سے طلب کئے لیکن مصطفےٰ کمال نے اس سے انکار کر دیا بلکہ کاظم کارابکر کو حکم دیا کہ وہ کارس، ادہان اور باطوم کے علاقے روسیوں سے چھین لے جن پر روس ۱۸۷۸ء سے قابض تھا۔ ارمنی علاقہ روس ہی کے پاس رہا اور باطوم کو بھی ترک واپس نہ لے سکے۔

Digitized By M. YM.B.

Scanned by CamScanner

مصطفےٰ کمال کی فتوحات کا آغاز

یہ مصطفےٰ کمال کی خوش نصیبی تھی کہ اس کے دو بڑے دشمن وینی زلوز اور داماد فرید پاشا یکایک میدان سیاست سے غائب ہو گئے تھے۔ وینی زلوز کو مغالطہ پیدا ہو گیا تھا کہ وہ اپنے ہم وطنوں میں مقبول ہے لیکن یونانیوں نے اسے دوبارہ منتخب نہیں کیا۔ داماد فرید پاشا کو سلطان نے اس لئے برطرف کیا کہ وہ تمام ترکی میں بدنام ہو گیا تھا اور مصطفےٰ کمال کے مقابلے میں کچھ بھی نہ کر سکتا تھا لہٰذا سلطان نے اس کی جگہ توفیق پاشا کو دوبارہ وزیر اعظم مقرر کر دیا تھا۔ نئی کابینہ میں عزّت پاشا اور صالح پاشا بھی شامل تھے جو مصطفےٰ کمال کے حق میں تھے۔

ادھر انگریزوں نے بھی جنرل ملن کی جگہ

سر چارلس ہیرنگٹن کو مقرر کیا تھا۔ ان تبدیلیوں سے ترکوں کو محسوس ہوا کہ انگریز اپنا رویّہ بدلنے والے ہیں اور حقیقت بھی یہی تھی۔ انگریز سمجھ گئے تھے کہ صلح نامہ سیورس ناقابل عمل ہے فرانس کو بھی مصلحت اسی میں نظر آ رہی تھی کہ ترکی کو اپنے ساتھ ملایا جائے۔ حالات قومی حکومت کے موافق ہوئے تو عزت پاشا اور مصطفےٰ کمال کی ملاقات کا التزام کیا گیا لیکن مصطفےٰ کمال نے سلطان کی حکومت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا بلکہ صالح پاشا اور عزّت پاشا کو قسطنطنیہ واپس ہونے سے بھی روک دیا اور چھ ہفتے بعد یہ دونوں قسطنطنیہ واپس ہو سکے۔

یونانی اب اتحادیوں کی حمایت سے محروم ہو گئے تھے۔ پھر بھی وہ ترکوں کے خلاف جنگ پر اڑے رہے اور لڑائی دوبارہ شروع ہو گئی۔ ترکوں کی طرف سے عصمت نے فوج کی کمان سنبھالی اور بمقام اِنونو گھمسان کا رن پڑا۔ یونانی فوج کو شکست فاش ہوئی۔ انقرہ میں اس فتح پر خوشیاں منائی گئیں کیونکہ یونانیوں کے خلاف

Digitized By M.I.M.B.

Scanned by CamScanner

ترکوں کی یہ پہلی فتح تھی۔

انہیں خوشیوں کے دوران" فکریہ" قسطنطنیہ سے انقرہ پہونچی تاکہ مصطفےٰ کمال سے شادی کرلے لیکن انھیں شادی کی کہاں فرصت تھی. فکریہ کو کسی حد تک مایوسی ہوگئی پھر بھی اس نے ان کے گھر کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

فروری ۱۹۲۱ء میں سپریم کونسل نے لندن میں ایک کانفرنس منعقد کی جس میں لائڈ جارج کو صدر بنایا گیا. ترکوں اور یونانیوں دونوں کو دعوت دی گئی تاکہ صلح نامہ سیورس پر نظرثانی کی جائے لیکن ترکوں کی نمائندگی پر یہ شرط لگا دی گئی کہ مصطفےٰ کمال کے حامیوں کا شمار بھی ان مندوبین میں ہوگا جن میں سلطان کے نمائندے شامل ہوں گے۔اس شرط سے یہ ثابت ہوگیا کہ وہ انقرہ کی قومی حکومت کو بھی دشمن تسلیم کرتا ہے۔ پھر یہ طے ہوا کہ قومی حکومت کے نمائندوں کی اپنی علیحدہ حیثیت ہوگی۔ جن کا قائد بکر سمیع کو مقرر کیا گیا۔

چونکہ توفیق پاشا علیل تھا اس لئے سلطانی

Digitized By eGangotri

Scanned by CamScanner

مندوبین کی قیادت بھی بکر سمیع کو کرنی پڑی۔
ترکوں نے مطالبہ کیا کہ ترکی کے وہ حدود متعین
کئے جائیں۔ جو ۱۹۱۳ء میں تھے اور اگر یہ ممکن نہ
نہ ہو تو کم از کم سمرنا کا علاقہ تو انھیں ضرور واپس کیا
جائے مگر یونانی مندوبین نے قومی نمائندوں کے
ساتھ بیٹھنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس لئے ان کو
علیحدہ اپنے مطالبے پیش کرنے کی اجازت دی گئی
اور انھوں نے سمرنا کی واپسی کے ساتھ درۂ دانیال
کے استقرار قبضہ پر بھی زور دیا ونیز قسطنطنیہ
سے دشمن کی فوج ہٹا لینے کا بھی مطالبہ کر دیا۔
بحث مباحثے کے بعد طے پایا کہ ایک بین الاقوامی
کمیشن مقرر کیا جائے جو آبادی کی بناء پر فیصلہ کرے
کہ کونسا علاقہ کس کو دیا جائے؟ لیکن یونانیوں نے
یہ تجویز مسترد کر دی اور ترکی مندوبین نے چند
شرائط کے ساتھ اس کو منظور کر لیا جس سے یونانیوں
کو مغالطہ پیدا ہو گیا کہ لائڈ جارج اب بھی یونان
کا حامی ہے اور انھوں نے اگلے موسم بہار میں دیگر
علاقوں پر بھی قبضہ کر کے اپنے کو مستحکم کر لینے کا
منصوبہ بنا لیا۔

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

اس مصالحانہ دور میں ترکوں کو موقع مل گیا کہ وہ اپنی فوج کو اہم مقامات پر تعینات کر دیں اور اسلحہ مہیا کر سکیں اور اسی لئے اس کے بعد جب یونانیوں سے ان کی ٹکر ہوئی تو یونانیوں نے بڑا نقصان اٹھایا اور باقی ماندہ فوج کو وہ بڑی مشکل سے بچا سکے۔ گویا دوسرے معرکۂ انونو کا فیصلہ بھی ترکوں کے حق میں ہوا جس کے بعد ہی عصمت نے اپنے نام کے ساتھ لفظ "انونو" کا اضافہ کر لیا۔

لندن کانفرنس جب ناکام ہوگئی تو اتحادیوں نے اعلان کیا کہ وہ نہ ترکوں کا ساتھ دیں گے اور نہ یونانیوں کا۔ اب شاہ یونان کونسٹین ٹائن خود اپنی فوج کی کمان ہاتھ میں لے کر سمرنا پہونچ گیا اور عسکی شہر پر دھاوا بول دیا۔ حالات سے آگاہ ہوکر مصطفےٰ کمال بھی عصمت سے آملے۔ مگر ترکوں کو یونانیوں کے مقابلے میں پسپا ہونا پڑا اور مصطفےٰ کمال انقرہ واپس آگئے۔

معرکۂ سقریہ

اس عارضی شکست نے یونانیوں کے دل اتنے

Scanned by CamScanner

بڑھا دئے کہ انہوں نے انقرہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ یونانی افسروں کو فتح کا اسقدر یقین تھا کہ انہوں نے قبل از وقت انگریزوں کو دعوت پر مدعو کر دیا تھا۔ یونانی اخبار سکندر کی فتوحات کی یاد تازہ کر رہے تھے۔

آخر یونان کی فوجوں نے دریائے سقریہ کی طرف پیش قدمی کی اور ترک سینے تان تان کر سد راہ ہو گئے۔ لڑائی بائیس دن تک جاری رہی۔ اس دوران فوجوں کی کمان مصطفےٰ کمال کے ہاتھ میں تھی اور خالدہ ادیب خانم بھی ان کے ساتھ تھی۔

یونانیوں نے چال داغ کی پہاڑی پر قبضہ کر لیا تھا اور ہیمانا کی طرف بڑھ رہے تھے مگر اس فوج کے بعض سپاہی ترکوں کی رعیت تھے۔ جن کے لئے خطرہ تھا کہ اگر وہ پکڑے گئے تو ان کے لئے سزائے موت لازمی ہوگی لہٰذا بعض سپاہی اندیشوں میں پڑے ہوئے تھے اور ان کے قدم پھسل رہے تھے۔ آخر انھیں خود ہی پسپائی کا حکم مل گیا اور بھاگتی ہوئی یونانی فوج نے اپنے راستے کی ہر چیز کو جلا ڈالا۔ اس معرکہ کا نتیجہ پوری طرح ترکوں کے حق میں نہ تھا۔ پھر

Scanned by CamScanner

بھی ایک عام اندازہ ہوگیا کہ یونانیوں میں اب کوئی سکت باقی نہیں رہی۔

معرکہ سقریہ کے بعد مصطفےٰ کمال کو مارشل کا عہدہ دیا گیا اور قومی پارلیمان نے ان کو "غازی" کا لقب عطا کیا۔

ترکوں اور فرانسیسیوں کے درمیان صلح نامہ

معرکۂ سقریہ کی فتح کے بعد مغربی اقوام کی نظر میں مصطفےٰ کمال کی عزّت بہت بڑھ گئی اور فرانس تو ایسا مرعوب ہوا کہ اس نے خفیہ بات چیت شروع کر دی۔ آخر دونوں قوموں کے درمیان ایک معاہدہ ہوگیا جس کی رو سے فرانس نے ترکوں کی کھلم کھلا حمایت کا وعدہ کر لیا اور اس کو ترکی علاقے میں بعض اقتصادی اور ثقافتی مراعات دی گئیں جو یونانیوں کی فتح کی صورت میں خطرے میں پڑ سکتی تھیں۔ چونکہ فرانس کو یقین ہوگیا تھا کہ انگریزوں کا اثر ترکی میں زائل ہو چکا ہے اس لئے اس کو مشرق وسطیٰ میں ان کی طرف سے اطمینان ہوگیا تھا۔

اور اس کو یہ بھی یقین تھا کہ اتحادیوں کو ترکوں

Scanned by CamScanner

کی طرف سے اپنا رویّہ بدلنا پڑے گا لہٰذا اس نے ترکوں سے پہلے ہی دوستی کرلی۔

اس سے قبل لندن کانفرنس کے موقع پر بھی فرانس اور ترکی کے درمیان معاہدہ ہوا تھا جس کی رو سے فرانس شام کے شمال کا علاقہ خالی کرنے پر راضی ہوگیا تھا اور ترکوں نے اس کو کانوں اور ریلوں کے معاملے میں بعض مراعات دی تھیں۔

فرانس کی دیکھا دیکھی اٹلی نے بھی ترکوں سے ایک معاہدہ کرلیا کہ اٹلی علاقوں کی واپسی کے معاملے میں ترکوں کی حمایت کرے گا اور اس کو بھی فرانس کی طرح چند مراعات دی جائیں گی لیکن مصطفےٰ کمال نے ان دونوں معاہدوں کو مسترد کردیا کیونکہ ان سے اناطولیہ کے علاقے فرانس اور اٹلی کے زیر اثر ہو جاتے۔

انگریز معاہدوں کی خبروں سے بہت ناراض تھے لیکن قسطنطنیہ کے معاملے میں خود انھیں کے مابین پھوٹ پڑ گئی۔ ایک جماعت یونانیوں کے حق میں تھی دوسری ترکوں کی حامی۔ سیاہی منش انگریز ترکوں کے حق میں تھے۔ جیسے جیسے مصطفےٰ کمال کو

کامیابی حاصل ہوتی گئی ویسے ویسے انگریزوں میں ترکوں کی حمایت زور پکڑتی رہی اور بالآخران کے حامیوں نے مصطفےٰ کمال سے براہ راست ملنے کا فیصلہ کر لیا۔

انگریز قیدیوں کے سلسلے میں گفتگو کرنے کا کھلا ہوا بہانہ موجود تھا جس کا سہارا لے کر سرچارلس ہیرنگٹن نے اپنے ایلچی مصطفےٰ کمال کے پاس بھیج دئے۔ پھر مزید گفتگو بند کر دی کہ مبادا ترکوں کو یہ خیال پیدا ہو جائے کہ انگریز دب کر صلح کرنا چاہتے ہیں لیکن تھوڑے ہی دن بعد ترکوں کے انگریز حامیوں نے پھر بات چیت کا سلسلہ شروع کر دیا مگر اس کا کوئی فوری نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔

عالم اسلام سے ترکوں کی امداد

بیرونی ممالک سے ترکوں کو جو امداد ملی ان میں ہندی مسلمان پیش پیش تھے۔ بعض ہندی مسلمان تو انقرہ بھی پہونچ گئے تھے۔ افغانی حکومت نے انقرہ میں اپنا سفارت خانہ قائم کر دیا تھا اور افغانی سفیر کے وہاں ہر جمعہ کو ایک دعوت ہوتی تھی۔ افغانی

Digitized By eGangotri

Scanned by CamScanner

سفیر کہا کرتا کہ اسلام وہ جسم ہے جس کا سر ترکی، گردن آذربائیجان، سینہ ایران، قلب افغانستان اور پیٹ ہندوستان ہے۔ اسی سلسلے میں وہ یہ بھی کہتا کہ مصر، فلسطین، عراق اور ترکستان جسم عالم اسلام کے ہاتھ اور پیر ہیں اگر تم سر پر چوٹ مارو گے تو جسم کس طرح محفوظ رہ سکے گا۔ برطانیہ نے ہمارے سر پر چوٹ ماری ہے اس لئے ہم نے برطانیہ کے خلاف احتجاج کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ تمام مشرق بیدار ہو رہا تھا اور سارے مشرقی ممالک کی نظریں قوم پرست ترکوں پر لگی ہوئی تھیں۔ ترکی پہلا ملک تھا جس نے مغربی سامراجیوں کے خلاف آواز بلند کی تھی۔ تمام ایشیا میں مصطفےٰ کمال کا نام روشن تھا جس کو سن سن کر اہل مشرق پھڑک اٹھتے تھے۔ مغرب کے خلاف ان کی جدوجہد کا ذکر شام، مصر، ایران، ہندوستان اور چین تک کے باشندوں میں آزادی کی لہر دوڑا دیتا تھا۔

مصطفےٰ کمال کا نام تمام عالم مشرق میں مقبول اور روشن تھا لیکن خود انھوں نے کبھی قائد مشرق

Scanned by CamScanner

ہونے کی خواہش نہیں کی کیونکہ ان کی نظریں تو یورپ پر لگی ہوئی تھیں جس کا تمدن وہ اپنے ملک میں رائج کرنا چاہتے تھے ۔ وہ کہا کرتے کہ مغرب کی سامراجیت کو روکنے کے لئے اناطولیہ ایک قلعہ کی طرح ہے۔ ہماری جدوجہد صرف ترکوں کی نہیں بلکہ سارے مشرق کی ہے اور جب تک مشرقی ممالک آزاد نہ ہو جائیں گے تب تک یہ ملک ترکی کے حامی رہیں گے ۔

ترکی کے اس ہنگامی دور میں ہندوستان کے ہر شہر میں خلافت کمیٹیاں قائم تھیں جو قسطنطنیہ سے رابطہ قائم کئے ہوئے تھیں اور چندہ جمع کرکے قومی حکومت کو بھیج رہی تھیں۔ مفلس ہندی مسلمانوں کے اس چندے کی میزان پندرہ لاکھ پچھتر ہزار تک پہنچ گئی جس سے مصطفےٰ کمال نے فوج کی تنخواہیں دیں اور بقیہ رقم عمارتِ پارلیمان اور قومی بینک کی تعمیر پر صرف کی۔

ان دنوں ہندی مسلمان ترک عمائدین کو جو خط لکھتے ان میں مصطفےٰ کمال کی تعریف کی بھرمار

Digitized By M.Y.M.B.
Scanned by CamScanner

ہوتی تھی۔ ایک خط کا مضمون ملاحظہ ہو۔

"مصطفےٰ کمال نے جو کارنامے انجام دئے ہیں وہ حیرت انگیز ہیں اور اہل ہند تو ان کے نام کو پوجتے ہیں جنھوں نے ترک قوم کی اور پوری ترک قوم نے مسلمانوں کی لاج رکھ لی ہے۔ ہم لوگ یہ معلوم کرنے کے منتظر ہیں کہ ترک یونان سے کن شرائط پر صلح کریں گے۔

ہندی مسلمان اور خاص طور پر غریب اور درمیانی طبقے کے لوگ انقرہ کی امداد کے لئے جوق در جوق چندے دے رہے ہیں۔۔۔ اللہ تعالیٰ غازی مصطفےٰ کمال کے لشکر کی مدد فرمائے اور ترکی کو دشمنان اسلام سے بچائے۔"

روس سے بھی نقدی مدد آنا شروع ہوگئی تھی مگر اس کی مقدار روسیوں کے وعدے سے کم تھی۔ پھر بھی روسی رقم سے اسلحہ خریدے گئے جس کی خریداری میں اٹلی نے بڑی امداد کی کیونکہ اب اٹلی ترکوں کا دوست بن گیا تھا۔ اس نے اناطولیہ

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

سے بھی اپنی فوج واپس بلالی تھی بلکہ ترکوں سے ایک معاہدہ کرلیا تھا جس کی رُو سے اٹلی کی حکومت نے وعدہ کیا تھا کہ صلح کی کانفرنس میں وہ ہر طرح کی امداد کرے گی اور اس کے بدلے میں اٹلی نے کوئی مراعات نہ مانگی تھیں۔

اب غازی مصطفےٰ کمال کو چاروں طرف دوست ہی دوست نظر آرہے تھے اور ان کی فوج تمام ضروری اسلحہ سے لیس تھی اور اس کی تعداد روز بروز بڑھ رہی تھی۔ جس کے برعکس یونانی فوج کی حالت گرتی جا رہی تھی اور حکومت کا خزانہ بھی خالی ہوتا جا رہا تھا۔

مصطفےٰ کمال کا حملہ ہونے سے پہلے اتحادیوں نے ایک بار پھر صلح کی کوشش کی اور اس عرصے میں یونانیوں نے انگریزوں سے کہا کہ وہ انھیں قرض دیں ورنہ یونانی حکومت مجبوراً اناطولیہ سے اپنی فوج واپس بلالے گی۔ انگریزوں نے قرض دینے کے بجائے پیرس میں یورپین حکومتوں کے جلسہ کی تجویز پیش کردی۔

حکومت قسطنطنیہ اب برائے نام رہ گئی تھی

پھر بھی سلطان نے مجوزہ جلسے میں عزت پاشا کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا۔ مصطفےٰ کمال نے یوسف کمال کو منتخب کیا۔ راستے الگ الگ تھے مگر دونوں نمائندے قومی معاہدے کے معاملے میں متحد ہو گئے۔

یوسف کمال کو اگرچہ ناکام ہو کر انقرہ واپس ہونا پڑا پھر بھی چلتے چلتے اس نے فرانس کے وزیر اعظم پوئن کارے کے گوش گزار کیا کہ اناطولیہ میں اگر ایک یونانی سپاہی بھی باقی رہ گیا تو ترک مصطفےٰ کمال کو سولی پر ٹانگ دیں گے۔

یونانیوں پر حملے کے لئے مصطفےٰ کمال کی تیاریاں

ایک عام جذبۂ جہاد کے باوجود انقرہ میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو مسلسل لڑائیوں سے تنگ آچکے تھے۔ یہ لوگ اس بات پر تیار تھے کہ صلح کر لی جائے، خواہ قومی معاہدے کی شرائط پوری ہوں یا نہ ہوں۔ اور ایسا تاثر ایک حد تک فوج میں بھی پایا جاتا تھا جس کو محسوس کر کے مصطفےٰ کمال نے فوج کا معائنہ کیا —— اس زمانے میں ان کے لئے سب سے زیادہ تشویشناک بات یہ پیدا ہو گئی تھی کہ

Scanned by CamScanner

پارلیمان نے ان کے عہدۂ سالارِ اعلیٰ کی توسیع کرنے سے انکار کر دیا تھا اور فوج بغیر سالار ہو کر رہ گئی تھی لیکن انھوں نے پارلیمان میں جا کر جملہ ممبروں کو متنبہ کیا اور رائے شماری کرائی تو ان کے لئے سالارِ اعلیٰ کے عہدے کی توثیق ہو گئی۔

ان مشکل مرحلوں میں بھی مصطفیٰ کمال حملے کی تیاریاں کرتے رہے ——— ادھر یونانیوں نے قسطنطنیہ پر دھاوا بول دیا اور شتلجہ کو پار کر کے اتحادیوں سے قسطنطنیہ میں داخلے کی اجازت مانگی۔ مگر جنرل ہیر نگٹن نے اجازت دینے کے بجائے ایک فرانسیسی جنرل کو روکنے کے لئے متعین کر دیا اور یونانیوں کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ یونانیوں کی اس حرکت سے ان کی فوج کی قوت اناطولیہ میں کم ہو گئی مگر لائڈ جارج حسب دستور اپنی تقریر میں یونانیوں کی حمایت کرتا رہا۔

مصطفیٰ کمال کی فیصلہ کن فتح

مصطفیٰ کمال نے یونانیوں کے مقابلے کے لئے پہلے ہی سے ایک نقشہ تیار کر لیا تھا اور ان کو یقین تھا کہ یونانی فوج ترکی فوج سے مقابلے کی

Digitized By M.Y.M.E

Scanned by CamScanner

تاب نہ لا سکے گی۔ بحالت موجودہ یونانیوں کا محاذ تین سو میل لمبا تھا۔ دونوں فوجوں کی تعداد یکساں تھی لیکن اسلحہ کے معاملے میں یونانی فوج بہتر تھی اور رسالہ فوج کے معاملے میں ترک بہتر۔ یونانی مغالطے میں تھے کہ ترک شمال سے حملہ کریں گے جس کے برعکس ترکوں نے جنوب سے حملہ کر دیا۔

یہ حملہ ایسا اچانک ہوا کہ یونانی پوری طرح تیار نہ ہو سکے۔ اس کا بڑا سبب یہ تھا کہ انھیں شمال سے حملے کا یقین تھا —— ترکوں نے یونانیوں کے داہنے محاذ کو خاص طور پر نشانہ بنایا اور دشمن کو دھوکا دینے کے لئے اس نے ایک ہلکا سا حملہ شمال سے بھی کر دیا۔ ان دنوں مصطفےٰ کمال نے ذرائع رسل و رسائل بالکل منقطع کرا دئے تھے تاکہ ترکی فوج کی نقل و حرکت کا کسی کو پتہ نہ چل سکے۔ یہ نقل و حرکت عموماً رات کے وقت کی جاتی تھی۔

مصطفےٰ کمال نے اپنے سپاہیوں سے کہا تھا۔

"سپاہیو! تمہاری منزلِ مقصود بحیرۂ رُوم ہے"

حملے کے وقت وہ خوجہ تیپ کی پہاڑی پر چڑھ گئے تھے تاکہ تقاضائے وقت کے مطابق اپنی فوج

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

کو ہدایت دے سکیں۔ چنانچہ سورج نکلتے ہی انھوں نے لڑائی چھیڑنے کا اشارہ کر دیا اور توپ خانے نے گولے برسانا شروع کر دیئے۔ جرنیلوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے اپنے دستوں کے سامنے رہیں۔ صرف فوزی اور عصمت مصطفےٰ کمال کے ہمراہ تھے۔ ترکوں نے ان پہاڑیوں کی چوٹیوں پر خصوصی حملہ کیا جہاں یونانی فوج تعینات تھی۔ یہ لڑائی بڑی خوں ریز ہوئی لیکن زیادہ دیر جاری نہ رہی۔ اور ۲۶ اگست ۱۹۲۲ء کو صبح ساڑھے نو بجے تک ترکوں نے بجز دو کے تمام مقامات پر قبضہ کر لیا۔

دو دن کے بعد فتح مند ترکی فوج اس سڑک پر پہونچ گئی جو سمرنا کو جاتی تھی۔ ایک دستے نے افیون کارا حصار پر قبضہ کر لیا اور مصطفےٰ کمال نے اس کے قلعے کو اپنا صدر مقام بنایا۔ یہاں خالدہ ادیب بھی آکر پہونچ گئی جس کو وہ باعث برکت سمجھتے تھے۔ خالدہ نے مصطفےٰ کمال سے کہا کہ سمرنا فتح کرنے کے بعد آپ کو آرام کرنا چاہیئے، انھوں نے جواب دیا۔

"آرام۔ آرام کیسا؟ یونانیوں کے بعد ہم

آپس میں لڑیں گے اور ایک دوسرے پر گولی چلائے گا۔"
خالدہ ادیب نے کہا۔"کیوں۔ ہم کیوں لڑیں گے۔ اس کے بعد تو ہم کو ہر چیز کی از سر نو تعمیر کرنی ہے"؟
مصطفےٰ کمال بولے"۔وہ لوگ خاموش نہیں رہ سکتے، جو میرے مخالف ہیں"؟
خالدہ ادیب نے کہا"۔ شاید قومی پارلیمان میں اس قسم کی باتیں لازمی ہیں"۔

اب ترکوں نے یونانیوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ ان کے فرار کے لئے صرف ایک راستہ کھلا تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آدھی یونانی فوج بالکل ختم ہوگئی یا گرفتار کر لی گئی اور وہ فوج جو یونانی جنرل ٹرِی کوپیس کے زیر کمان تھی، وہ تو اس بری طرح گھر گئی کہ اک اک آدمی قتل ہوگیا۔

باقی ماندہ فوج ساحل کی طرف بھاگ کھڑی ہوئی۔ بھاگتے بھاگتے راستے کے ہر گاؤں کو نذر آتش کر دی گئی اور مردوں، عورتوں اور بچوں کو موت کے گھاٹ اتار دی گئی۔

اس مکمل فتح کے بعد مصطفےٰ کمال نے اپنا خیمہ ایک اصطبل کی چھت پر نصب کرایا، جہاں گاؤں کی

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

عورتوں نے ان سے مطالبہ کیا کہ وہ یونانیوں سے ان کی سفّاکی کا انتقام لیں۔ تاہم یونانی قیدی افسر جب مصطفےٰ کمال کے سامنے لائے گئے تو وہ ان سے بڑی عزت و احترام سے پیش آئے۔ جنرل ٹری کوپس سے انھوں نے مصافحہ کیا اور اپنے پاس کرسی پر بیٹھا کر سگریٹ اور قہوہ پیش کیا۔ دوران گفتگو جب یونانی جنرل کو معلوم ہوا کہ مصطفےٰ کمال بذاتِ خود اپنے دستے کے آگے آگے تھے تو وہ بہت متاثر ہوا۔ مصطفےٰ کمال نے جنرل سے پوچھا کہ میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں؟ جنرل نے استدعا کی کہ قسطنطنیہ میں اس کی بیوی کو خبر کر دی جائے کہ وہ گرفتار ہو گیا ہے۔ مصطفےٰ کمال نے وعدہ کر لیا اور اس کو پورا بھی کیا۔

اب ترکی فوج بروسا اور سمرنا کی طرف بڑھی۔ اسی دوران قسطنطنیہ میں افواہ اڑ گئی کہ مصطفےٰ کمال یونانی فوج کے ہاتھ پڑ گئے۔ اس افواہ سے قسطنطنیہ کے ترکوں میں رنج و غم کی ایک لہر دوڑ گئی اور جب انھیں معلوم ہوا کہ مصطفےٰ کمال کی بجائے ایک یونانی جنرل گرفتار کیا گیا ہے تو ان کو اس خوش خبری کا یقین

Digitized By eGangotri

Scanned by CamScanner

نہ آیا حتیٰ کہ اب قسطنطنیہ کے اخباروں نے یقین دہانی کے لئے جلی حروف میں یہ خبر شائع کی۔

یونانی فوج نے پسپائی کے وقت سمرنا کی ریلوے لائن کو بری طرح برباد کر دیا تھا۔ عورتوں کی عصمت دری کی تھی اور بے گناہوں کے خون کے دریا بہا دئے تھے۔ فاتح ترک جب شہر میں داخل ہوئے تو ہر طرف گلی سڑی اور جلی ہوئی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔

اس منظر نے ترکوں میں ایک عام اشتعال پیدا کر دیا پھر بھی انھوں نے بڑے ضبط و تحمل سے کام لیا۔ یونانی اپنے پچاس ہزار ساتھیوں کو سمرنا میں چھوڑ گئے تھے، ترکوں نے صرف ان کی گرفتاری پر اکتفا کی ـــــ ترکی فوج کی آمد سے پہلے انگریزوں نے اس شہر کی حفاظت اپنے ذمے لی تھی، پھر بھی یونانیوں نے لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا تھا مگر ترکوں نے اپنے قبضے میں جس نظم و ضبط کا مظاہرہ کیا، اس کو دیکھ کر انگریز متحیر رہ گئے۔

سمرنا کی فتح کے ایک دن بعد مصطفےٰ کمال بھی شہر میں پہنچے۔ قومی معاہدے کی تیسری سالگرہ کا دن تھا۔ قناق میں انھوں نے دیکھا کہ یونانی جھنڈا قالین پر

Scanned by CamScanner

الٹا ڈال دیا گیا ہے ۔ یہ جواب تھا یونانیوں کے عمل کا کیونکہ شاہ یونان جب اس محل میں داخل ہوا تھا تو یونانیوں نے ترکی جھنڈے کو اسی طرح قالین پر سرنگوں کر دیا تھا لیکن مصطفےٰ کمال نے جھنڈے کو روندنے کی ممانعت کر دی اور ہدایت کی کہ اس کو وہاں سے ہٹا دیا جائے ۔

چونکہ تین سال پہلے یونانی سمرنا کے ترک باشندوں کا قتل عام کر چکے تھے لہٰذا ان کو خطرہ تھا کہ اب ان سے اس کا انتقام لیا جائے گا لیکن مصطفےٰ کمال نے اعلان کر دیا کہ جو ترک سپاہی کسی غیر فوجی پر ہاتھ ڈالے گا اس کو گولی مار دی جائے گی ۔ انگریز قونصل نے اپنی حکومت کی ہدایت کے مطابق ابتک مصطفےٰ کمال سے ملاقات نہ کی تھی ۔ ایک دن اتفاقاً مصطفےٰ کمال سے اس کا سامنا ہو گیا اور بات چیت کی نوبت آئی تو انھوں نے صاف صاف انگریز قونصل سے کہہ دیا کہ ہم کو برطانوی باشندوں کی گرفتاری کا حق حاصل ہے کیونکہ ضابطہ میں انگریز ہمارے دشمن ہیں میں انھیں پھر بھی گرفتار کرنا نہیں چاہتا ۔ پھر انھوں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا ۔ تم ہی وہ لوگ ہو جنھوں نے اناطولیہ میں

Scanned by CamScanner

یونانی فوج اتار دی ؟ اور ہم وہ ہیں جنھوں نے یونانیوں کو مار بھگایا ۔ ان حالات میں اگر تمہیں منصف بنایا جائے تو تم کیا فیصلہ کروگے ؟

بالآخر انگریزی حکومت نے برطانوی باشندوں کو سمرنا سے نکال لینے کا عزم کر لیا۔ بیشتر باشندے ترکوں کی بداخلاقی کی شکایت کرتے ہوئے پہلے ہی سمرنا سے روانہ ہو چکے تھے۔ جس کے برعکس مصطفےٰ کمال فرانسیسی اور خصوصاً اطالوی نمائندوں سے بڑی خندہ پیشانی سے ملے اور ان کے نمائندوں کو انھوں نے یقین دلایا کہ عیسائیوں کی حفاظت ترکوں کا اخلاقی فرض ہوگا۔

سمرنا کی آتش زدگی

سمرنا کے ایک محلے کے باشندے ارمنی نسل کے تھے جو ترکوں کے قدیمی دشمن تھے۔ ترکوں کو اندیشہ تھا کہ یہ ارمنی اپنے اسلحہ کو ترکوں کے خلاف استعمال کریں گے لہٰذا ترکی کماندار نے آرمینیوں کے اسلحہ کی ضبطی کا حکم دے دیا۔ ضبطی کے وقت چند ارمنی ایک عمارت میں گھس گئے اور انھوں نے باہر آنے سے انکار کر دیا۔ لاچار ہو کر ایک ترک افسر نے عمارت کو آگ لگا دینے کا حکم دے

دیا کہ ارمنی مجبور ہوکر عمارت سے باہر آجائیں ۔ اسی عرصے میں آرمینیوں نے ایک دوسری عمارت کو آگ لگا دی تاکہ ترکی فوج اس کو بجھانے میں لگ جائے اور وہ موقع سے فائدہ اٹھالیں مگر ہوا نے ان دونوں آگوں کو ایک دوسرے سے ملا دیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ سارا شہر جلنے لگا۔ آگ بجھانے والوں کو بلایا گیا تو معلوم ہوا کہ آگ بجھانے کی نالیاں (ہوز پائپ) کٹی ہوئی ہیں۔ ترکوں کو یقین ہوگیا کہ یہ سازش یونانیوں کی ہے لیکن اب کیا بھی کیا جا سکتا تھا۔ چونکہ بیشتر مکانات لکڑی کے تھے اس لئے ذرا سی دیر میں شہر کا بیشتر حصّہ خاک سیاہ ہوکر رہ گیا۔

انگریزوں کے جنگی جہاز ساحل پر موجود تھے لیکن انھوں نے پناہ گزینوں کو اپنے جہازوں میں پناہ دینے سے صاف انکار کر دیا۔ بہانہ یہ تھا کہ انگریز غیر جانب دار ہیں۔ تاہم بعض لوگ زبردستی پانی میں تیر تار کر جہازوں میں پہونچ گئے ــــ انگریزوں کے بے رحمانہ رویّہ کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ ان کے جہازوں کے بینڈ باجے اپنے راگ سنا رہے تھے اور سمرنا جل رہا تھا۔

Scanned by CamScanner

دوسرے دن صبح کو انھوں نے پناہ گزینوں کو جہازوں میں آنے کی اجازت دے دی اور ایک بڑے انگریزی جہاز میں دو ہزار پناہ گزین گھس آئے۔ سمرنا کا یورپین علاقہ جل کر بالکل ختم ہو گیا تھا۔ جانوں کا نقصان تو کم ہوا تھا لیکن گھر اور بازار سب کے سب جل کر راکھ ہو گئے تھے۔ یہاں یہ بھی بتا دینا ضروری ہے کہ سمرنا کی بیشتر آبادی غیر ترک اور بدیشیوں پر مشتمل تھی۔

مصطفےٰ کمال کی لطیفہ سے پہلی ملاقات

آگ بجھنے کے بعد مصطفےٰ کمال برنووا میں اپنے گھر پر بیٹھے ہوئے تھے کہ لطیفہ نام کی ایک لڑکی نے ان کے دفتر کا دروازہ کھٹکھٹا کر اردلی سے کہا کہ وہ مصطفےٰ کمال سے ملنا چاہتی ہے۔ مصطفےٰ کمال نے اس کی ملاقات سے گریز کیا۔ لڑکی خود کمرے میں داخل ہو گئی اور مصطفےٰ کمال کو مجبوراً اس سے بات کرنی پڑی۔ اس نے بتایا کہ اس کا باپ بہت بڑا تاجر ہے جو جرمنی کے شہر بارٹریز میں مقیم ہے۔ پھر اس نے اپنے ہار میں سے مصطفےٰ کمال کی تصویر

نکال کر انھیں دکھلائی اور کہا کہ وہ ترکوں کے سمرنا پر حملے کی خبر سن کر جرمنی سے آئی ہے اور ان کی تحریک میں شریک ہونا چاہتی ہے۔

مصطفےٰ کمال نے اس کی ملاقات کا ذکر خالدہ ادیب سے کیا تو وہ فوراً تاڑ گئی کہ لطیفہ مصطفےٰ کمال پر فریفتہ ہے۔ وہ بالکل بے پردہ تھی اور فرانسیسی مادری زبان کی طرح بولتی تھی۔ اب لطیفہ نے مصطفےٰ کمال کو اپنے گھر میں قیام کی دعوت دی اور وہ اس پر فوراً راضی ہو گئے۔ وہاں منتقل ہو کر انھوں نے چند نامہ نگاروں کی دعوت کی۔ لطیفہ نے میزبان کی حیثیت سے مہمانوں کا خیر مقدم کیا۔

اس دعوت میں عصمت بھی موجود تھا جس نے سوچا کہ لطیفہ مصطفےٰ کمال کے لئے بہت موزوں ہے کیونکہ وہ ترکی النسل بھی ہے اور مغربی تہذیب کی بھی حامل ہے مگر خالدہ ادیب کو فکر پیدا ہو گئی کہ فکریہ کا کیا حشر ہوگا جو اب تک مصطفےٰ کمال سے شادی کی آس لگائے ہوئے تھی رفتہ رفتہ لطیفہ مصطفےٰ کمال کی سکریٹری بن گئی

Scanned by CamScanner

اور اب وہ منظر عام پر آکر مصطفےٰ کمال کی خبر گیری اور خدمت کرنے لگی۔ چونکہ وہ فرانسیسی اور انگریزی خوب جانتی تھی، اس لئے مصطفےٰ کمال کو ان زبانوں میں خط و کتابت کرنے میں مدد دینے لگی۔ لطیفہ اور مصطفےٰ کمال کی خاصی بے تکلفی ہوگئی تھی۔

ایک دن اس نے کسی غلط فہمی کی بناء پر مصطفےٰ کمال سے کہا وہ ان کی بیوی بننے کے لئے تیار ہے لیکن ملازمہ بن کر رہنا ہرگز پسند نہیں کرتی۔ اس کے بعد دونوں میں کسی قدر کشیدگی پیدا ہوگئی حقیقت یہ ہے کہ مصطفےٰ کمال جیسے مرد غازی کو ازدواجی معاملات میں پھنسنے کی فرصت ہی نہ تھی۔ انھوں نے تو اپنا دل قوم سے لگا لیا تھا۔ انھیں دنوں اچانک خبر ملی کہ چناک کی حالت دگرگوں ہوگئی ہے اور مصطفےٰ کمال فوراً موقع پر پہنچنے کے لئے روانہ ہوگئے۔

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

چناک کا نازک مرحلہ

اتحادیوں کو مصطفےٰ کمال کی فتوحات سے بڑی تشویش
تھی اور انھیں یقین ہو گیا تھا کہ تنہا یونانی ترکوں سے جیت
نہیں سکتے لیکن سوال یہ تھا کہ اس جنجال میں اور پڑے
کون؟ خود اتحادیوں کے درمیان بھی ... گئی تھی۔
فرانس اور اٹلی دونوں کھلم کھلا ترکوں ... تھے۔
تنہا انگریز اس قابل نہ تھے کہ ترکو ... یں
یونانیوں کی مدد کرتے کیونکہ خود انھیں ... ئے
تقریباً آٹھ سال ہو چکے تھے۔ اس ... نان
میں بھی ایک خلفشار پیدا ہو گیا ... ند
انگریزوں سے اتنے ناراض تھے ... اپنے
قدیم دشمن یعنی ہندو قوم سے ... رلی تھی

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

ایک طرف ان میں تحریک خلافت چل رہی تھی۔
دوسری طرف ہندو گاندھی کی قیادت میں عدم تعاون
کا پرچار کر رہے تھے۔ چونکہ ان دونوں کا دشمن
ایک ہی تھا یعنی انگریز" اس لئے کم از کم چند برسوں
کے لئے دونوں انگریزوں کے خلاف متحد ہو گئے
تھے۔ انگریز ہندوستان کو تاج برطانیہ کا "نگینہ"
سمجھتے تھے اور یونانیوں کی خاطر ہندوستان میں اپنے
راج کو خطرے میں ڈالنے کے لئے ہرگز تیار نہ تھے۔
مصطفےٰ کمال نے بھی انگریزوں کی مشکلات
کا اندازہ کر لیا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ یونانیوں میں
تنہا ترکوں سے لڑنے کی سکت نہیں ہے ترکوں
اور انگریزوں کی فوجیں ایک دوسرے کے مقابلے
پر بمقا [illegible] تنی کھڑی تھیں۔ چناک ایشیائی
ترکی کے [illegible] تھا اور درۂ دانیال اور قسطنطنیہ
ترکی [illegible] ۔ درمیان میں انگریزوں کی
تھکی [illegible] چھوٹی فوج حائل تھی۔ بقول
چرچل [illegible] کو مکمل فتح حاصل ہوئی تھی
تو صر [illegible] کے مقابلے پر لیکن صورت حال
اس کی [illegible] رہی تھی کیونکہ ترک اب بھی خم

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

ٹھونک ٹھونک کر انگریزوں کو للکار رہے تھے اور فاتح انگریز ترکوں سے لڑنے میں کنائی کاٹ رہے تھے۔

انگریزوں کو یہ بھی معلوم تھا کہ اگر ترکوں کو ساحل ایشیا پر روکا نہ گیا تو وہ دندناتے ہوئے قسطنطنیہ میں داخل ہو جائیں گے بلکہ مشرقی تھریس پر بھی قبضہ جما لیں گے۔ مصطفےٰ کمال نے ایک امریکی نامہ نگار سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ ہم انشاء اللہ آٹھ دن کے اندر قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیں گے۔ عراق کے بارے میں انھوں نے اظہار خیال کیا تھا کہ ہمیں اس کی پرواہ نہیں اور ہمارے دشمن انگریز نہیں بلکہ صرف یونانی ہیں۔

ان حالات میں جنرل ہیرنگٹن کو چناک سے انگریزی فوج ہٹانی پڑی کیونکہ چناک میں جو انگریزی فوج تھی وہ ترکی فوج کے مقابلے میں نہایت قلیل تھی بلکہ قسطنطنیہ میں بھی انگریزی فوج کی تعداد بہت محدود تھی۔ برطانیہ میں رائے عامہ مزید لڑائیوں میں الجھنے کے خلاف تھی جو آگے

Digitized By eGangotri

Scanned by CamScanner

چل کر انتخابات میں لائڈ جارج کی شکست سے ثابت ہو گیا اور ظاہر ہو گیا کہ انگریز یونانیوں کی خاطر لڑائی میں کودنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اب انگریزوں کے لئے صرف دو راستے تھے یا تو وہ فتح مند ترکی فوج سے لڑتے یا مصطفےٰ کمال کے مطالبے کو پورا کرتے۔

آخر جنرل ہیرنگٹن کے اصرار پر فرانس اور اٹلی اس بات پر راضی ہو گئے کہ وہ ایک چھوٹی سی فوج برائے نام ہیرنگٹن کو دے دیں اور انگریزی فوج جب ترکوں کے مقابلے میں بڑھے تو فرانسیسی اور اطالوی جھنڈا بھی اس کے ساتھ ہو —— اس کے علاوہ انگریزوں نے ایک ڈویژن فوج برطانیہ سے بھی بلا لی۔ برطانوی کابینہ کا ممتاز ممبر چرچل اگرچہ یونانیوں کے خلاف اور ترکوں کے حق میں تھا لیکن جب اس نے دیکھا کہ ترک سینہ زور ہوتے جا رہے ہیں تو مجبور ہو کر اس نے ترکوں کے دشمن لائڈ جارج کا ساتھ دینا شروع کر دیا تھا اور شاید قومی وقار کے سوال نے بھی اس کو اپنی روش بدلنے پر مجبور کر دیا تھا۔

Digitized By M.B.

Scanned by CamScanner

فرانس نے ہیرنگٹن کو برائے نام فوج دے دی تھی اور اسی کے ساتھ اپنے ہائی کمشنر مقیم قسطنطنیہ کو لکھا تھا کہ وہ سمرنا جاکر مصطفٰے کمال سے ملے اور سمجھائے کہ ترکی کو قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کا خطرہ مول نہ لینا چاہیئے اور غیر جانبدار علاقے کا احترام کرنا چاہیئے لیکن مصطفٰے کمال باتوں میں آنے والے نہ تھے ان کو یقین تھا کہ اتحادیوں میں پھوٹ پڑ گئی ہے لہٰذا انھوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ ہم اس علاقے کی غیر جانبداری کو تسلیم ہی نہیں کرتے۔

اس عرصے میں انگریزی اخباروں نے مطالبہ شروع کیا کہ "نئی جنگ کو روکو" جب فرانس کو انگریزی اخباروں کی مخالفت کا حال معلوم ہوا تو اس نے حکم دیا کہ فرانسیسی فوج کو چناک سے ہٹا لیا جائے۔ اس پر اطالوی فوج بھی چناک اور ازمر سے ہٹ گئی۔ اب برطانوی کابینہ نے بھی ہیرنگٹن کو اجازت دے دی کہ ضرورت پڑنے پر انگریزی فوج کو قسطنطنیہ سے ہٹا لے مگر چناک پر ڈٹا رہے۔

Digitized By M.K.M.B.
Scanned by CamScanner

اتحادی ان جھگڑوں میں الجھے ہوئے تھے کہ یکایک یونان میں انقلاب آگیا اور شاہ کونسٹین ٹائن معزول ہوکر جلاوطن کر دیا گیا۔ نئی یونانی حکومت نے سابق وزیراعظم وینی زیلوز کو لندن میں یونان کا سفیر مقرر کیا کہ اس کے ذریعہ سے یونانیوں کو پھر لائڈ جارج کی حمایت حاصل ہو جائے۔ اس پر مصطفےٰ کمال نے ایک خطرہ محسوس کرکے برطانیہ پر دباؤ ڈالا اور اپنی فوج چناک بھیج دی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ انگریزی اور ترکی فوج کے درمیان صرف بیس گز کا فاصلہ رہ گیا۔

ترکی فوج چالیس ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھی جو چناک پر حملہ کرنے کو تیار تھی۔ انگریزوں کو کمک پہونچنے لگی لیکن ترکی فوج نے لڑائی چھیڑنے میں پہل نہ کی۔ اس کے تمام افسر لڑائی کے حق تھے لیکن مصطفےٰ کمال گریز کرتے رہے۔ اس موقع پر جنگ نہ چھیڑنے کا سہرا جنرل ہیرنگٹن کے سر رہا۔ بالآخر اتحادیوں کے کہنے پر مدانیہ میں ایک کانفرنس منعقد کی گئی جس میں انگریزی، اطالوی، فرانسیسی اور ترکی نمائندوں نے شرکت کی۔ اس

Scanned by CamScanner

کانفرنس کا نتیجہ کافی حد تک ترکوں کے حق میں نکلا اور ترکوں نے مشرقی تھریس پر قبضہ کر لیا۔ انجام یہ ہوا کہ انگریزوں نے لائڈ جارج کو نکال باہر کیا جو درحقیقت انگریزوں کی نہیں بلکہ مصطفےٰ کمال کی فتح تھی۔

سلطان ترکی کا خاتمہ

اب سلطان کی حکومت صرف قسطنطنیہ تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ بقیہ ملک قوم پرست ترکوں کے زیر اثر تھا لیکن سلطان صرف سلطان ہی نہ تھا، خلیفۃ المسلمین بھی تھا۔ مصطفےٰ کمال بہت پہلے ہی ایک فیصلہ کر چکے تھے کہ سلطان کو حکومت سے محروم کر کے جمہوری نظم حکومت قائم کیا جائے۔ چار بانیان انقلاب یعنی مصطفےٰ کمال۔ رؤف بے۔ علی فواد اور رفعت میں سے صرف رؤف بے، سلطان اور خلافت کو قائم رکھنے کے حق میں تھا مگر موجودہ سلطان وحیدالدین پر اس کو بھی چنداں اصرار نہ تھا۔ رفعت پاشا کا خیال تھا کہ سلطان برسر تخت رہے مگر حکومت آئینی ہو اور مصطفےٰ کمال کو وزیر اعظم مقرر کر دیا جائے۔ علی فواد نے اظہار رائے سے گریز کیا۔ اس اختلاف

رائے کو دیکھ کر مصطفےٰ کمال نے سردست اس سوال کو ملتوی کر دیا اور صرف اس بات پر اکتفا کی کہ رفعت کو تھریس کا گورنر مقرر کر دیا جائے اور گورنر کی جائے قیام قسطنطنیہ ہو۔

اس عرصے میں اتحادیوں بلکہ انگریزوں نے صلح نامہ سیورلیس پر نظر ثانی کرنے کے لئے لوزین (سوئیزرلینڈ) میں ایک کانفرنس بلانے کا فیصلہ کیا۔ اب انگریزوں کو پتہ چل گیا تھا کہ سلطان کی حکومت برائے نام ہے اور ترکی کا اصل کرتا دھرتا مصطفےٰ کمال ہے۔ لوزین کانفرنس میں شرکت کرنے کے لئے اتحادیوں نے ترکوں کو دعوت دی اور مصطفےٰ کمال نے عصمت کو ترکوں کا نمائندہ مقرر کر دیا۔

اس کے بعد مصطفےٰ کمال بروسا پہونچے جہاں ایک جلسے میں انھوں نے ان خیالات کا اظہار کیا جو آگے چل کر ترکی میں رائج ہوئے۔ مصطفےٰ کمال کے خیال میں ترکوں کا اصل مسئلہ یہ تھا کہ ترک عورتوں کو آزادی دے کر ان سے تعمیر ملت کا کام لیا جائے۔ انھوں نے مردوں کو آگاہ کیا کہ اگر ترکوں نے مغربی تہذیب اختیار نہ کی تو اقوام

Digitized By M.Y.M.D.

Scanned by CamScanner

مغرب ان کو نگل جائیں گی ۔ حاضرین پر اس تقریر کا بہت اچھا اثر ہوا اور ترکی میں جدید تہذیب کی داغ بیل پڑ گئی۔

رفعت جب اپنا عہدہ سنبھالنے کے لئے قسطنطنیہ پہونچا تو باشندگان قسطنطنیہ نے اس کو سر آنکھوں پر بٹھایا۔ لوگ ہاتھوں میں سرخ اور سبز جھنڈے لئے ہوئے تھے۔ سرخ جھنڈا ترکی کی نشانی تھی اور سبز اسلام کی۔ بے نقاب ترک عورتیں بھی ان میں شامل تھیں۔ سلطان وحید الدین کا ولی عہد بذات خود موجود تھا۔ جس نے جہاز پر رفعت کا استقبال کیا۔

رفعت کے پرجوش استقبال نے اس بات کی تصدیق کر دی تھی کہ قوم پرست ترکوں کا راج قسطنطنیہ میں قائم ہونے والا ہے۔ رفعت قسطنطنیہ پہونچ کر سب سے پہلے جامع فاتح گیا۔ نماز ادا کر کے اس نے ترک طلباء سے خطاب کیا۔ اعلان کیا کہ حکومت قسطنطنیہ کی کوئی حیثیت نہیں اور نہ ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں —— ایک ہفتے تک جشن جاری رہا اور جمعہ کے دن مسجد آیا صوفیہ

میں بعد نماز ختم ہوا۔

رفعت نے دوسرا کام یہ کیا کہ اتحادیوں کے افسروں، خصوصاً جنرل ہیرنگٹن سے راہ و رسم پیدا کی اور چند ہی ملاقاتوں میں محسوس کر لیا کہ انگریز قبضۂ قسطنطنیہ کو بارگراں سمجھتے ہیں اور بہت جلد اس بار سے سبکدوش ہونا چاہتے ہیں۔ ان حالات کو جانچ لینے کے بعد اس نے ہر موقع پر قوم پرست ترکوں کی قوت کا بیان شروع کر دیا تاکہ انگریزوں پر یہ روشن ہو جائے کہ ترکی کی اصل حکمراں حکومتِ انقرہ ہے۔ رفتہ رفتہ قسطنطنیہ پر انگریزوں کا تسلط ڈھیلا پڑنا شروع ہو گیا۔

آہستہ آہستہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ سلطان کے ملازمین بھی اپنے آقا کو چھوڑنے لگے حتیٰ کہ سلطان کا حفاظتی دستہ بھی فرار ہونے لگا اور مجبوراً سلطان کو جنرل ہیرنگٹن سے امداد طلب کرنی پڑی۔ رفعت نے سلطان کی اس بیچارگی سے فائدہ اٹھایا اور نام نہاد حکمراں کے پاس جاکر اس سے کہا۔

Digitized By M.Y.B.

Scanned by CamScanner

"موجودہ حالات زیادہ عرصے تک قائم نہیں
رہ سکتے ۔ ترکی میں دو حکومتیں، ایک
قسطنطنیہ میں اور دوسری انقرہ میں کسی
طرح مناسب نہیں ہے ۔ میں آپ کے
پاس یہ عرض لے کر آیا ہوں کہ آپ وقت
کے مطالبے کو تسلیم کر لیں اور اس دوہری
حکومت کو ختم کریں جو قوم کے منافی ہے
اور وقت کا مطالبہ یہ ہے کہ آپ کی
حکومت مستعفی ہو جائے"

سلطان نے کہا کہ دونوں حکومتوں کو ایک دوسرے میں مدغم ہو جانا چاہیئے ۔ اس پر رفعت نے مصطفےٰ کمال سے مشورہ کئے بغیر جواب دیا کہ سلطان کی حکومت آئینی ہونی چاہیئے اور صرف ان لوگوں کو وزیر مقرر کرنا چاہیئے جن کو پارلیمان پسند کرے۔ سلطان کو چاہیئے کہ وہ اپنے موجودہ وزیروں کو برطرف کر دیں کیونکہ یہ وزیر دقیانوسی زمانے کے ہیں ۔ اس پر سلطان نے کہا کہ وہ بغیر مشورہ کئے اپنے وزیروں کو برطرف نہیں کر سکتے ۔ اس پر رفعت نے دھمکی دی کہ اگر سلطان نے اس

Digitized By M.Y.M.D.

Scanned by CamScanner

کا فیصلہ اسی وقت نہ کیا تو وہ نقصان میں رہیں گے۔

عین اسی وقت انگریز ایک حماقت کر بیٹھے جس سے مصطفٰے کمال نے بڑا فائدہ اٹھایا۔ وہ حماقت یہ تھی کہ انگریزوں نے لوزین کانفرنس کے لئے دونوں حکومتوں کو مدعو کر لیا ـــــ مصطفٰے کمال طے کر چکے تھے کہ سلطان کی حکومت کو ختم کر دیں گے۔ البتہ بحیثیت خلیفۃ المسلمین انھیں قسطنطنیہ میں رہنے کی اجازت ہوگی اور وہ بھی صرف اس وجہ سے کہ دیندار ممبران پارلیمان ناراض نہ ہوں لیکن عہدۂ خلافت کے لئے کوئی ذات مختص نہ تھی۔ شاہی خاندان کا کوئی فرد بھی منتخب کیا جا سکتا تھا۔ اس پر مصطفٰے کمال کے مخالفوں نے کہا کہ دونوں عہدے ایک دوسرے سے جدا نہیں کئے جا سکتے۔

مصطفٰے کمال ایسے مسائل سے بار بار دوچار ہوتے رہتے تھے۔ انھوں نے وعدے و وعید سے کام لے کر ممبران پارلیمان سے اپنی تجویز منوا لی اور پارلیمانی اجلاس دعا پر ختم ہوگیا لیکن یہ دعا عربی کے بجائے ترکی زبان میں مانگی گئی۔

جب پارلیمان کے اس فیصلے کی خبر قسطنطنیہ

Digitized By M. A. M. B.

Scanned by CamScanner

پہونچی تو رفعت نے اتحادیوں کے ہائی کمشنروں کو مطلع کیا کہ اس نے ۴ نومبر ۱۹۲۲ء سے قسطنطنیہ کی حکومت سنبھال لی ہے۔ چار و ناچار توفیق پاشا کو قلم دانِ وزارتِ مملکت عثمانیہ رفعت کے حوالے کرنا پڑا۔ قسطنطنیہ کے جملہ حکام نے رفعت کے حضور میں حاضر ہوکر حکومت انقرہ کو تسلیم کیا اور اتحادیوں نے بھی لاچار ہوکر اعلان کیا کہ وہ ترکی کے اندرونی معاملات میں بالکل غیر جانب دار ہیں۔

مصطفےٰ کمال سلطان کو زبردستی معزول کرنا نہ چاہتے تھے کیونکہ سلطان کے نام لیوا اب بھی ملک میں بکثرت موجود تھے اور ترکوں نے سلاطین ہی کی قیادت میں بڑے بڑے کارنامے انجام دئے تھے لیکن حالات کچھ ایسے آپڑے تھے کہ بغیر اس کے چارہ نہ تھا۔ انگریزوں نے بھی سلطان سے کہہ دیا کہ ہم صرف حکومت انقرہ سے کاروبار کریں گے البتہ ہائی کمشنر نے سلطان سے یہ وعدہ ضرور کیا کہ اگر ان کی ذات کو کوئی خطرہ پیدا ہوا تو انگریز ان کی مدد ضرور کریں گے۔ جب یہ انگریز ہائی کمشنر

Digitized By M.Y.M.D

Scanned by CamScanner

لوزین کے لئے روانہ ہوا تو وہ سلطان کو جنرل ہیرنگٹن کے سپرد کر گیا۔

آخری سلطانِ روم کی معزولی اور فراری

جب سلطان کو اپنی بیکسی کا یقین ہوگیا تو انھوں نے رفعت کو کہلا بھیجا کہ میں غازی مصطفےٰ کمال سے ملنا چاہتا ہوں یا ان کا کوئی ایلچی میرے پاس آجائے۔ رفعت نے سلطان سے کہا کہ آپ مصطفےٰ کمال کو خط لکھیں لیکن سلطان نے کوئی خط نہیں لکھا۔ اس پر رفعت کو شبہ ہوا کہ سلطان فرار ہونے کی فکر میں ہیں۔ اس لئے رفعت نے سلطان کے ایک مصاحب کو ان پر جاسوسی کے لئے تعینات کر دیا۔

۱۰ر نومبر ۱۹۲۲ء کو سلطان حسب دستور جمعہ کی نماز کے لئے حبشی خواجہ سراؤں کے ساتھ مسجد گئے۔ پیش امام نے جب خطبہ پڑھا تو بحیثیت سلطان روم ان کا نام حذف کر دیا البتہ بحیثیت خلیفۃ المسلمین اور امیرالمومنین باقی رکھا۔

بعد نماز جمعہ ایک مخبر نے جنرل ہیرنگٹن کو اطلاع

Digitized By M.Y.M.D.

Scanned by CamScanner

دی کہ سلطان کی جان خطرے میں ہے۔جنرل نے
احتیاطاً کوئی اقدام کرنے سے قبل سلطان کی تحریر
حاصل کرلی ۔ پھر جنرل کی خفیہ ہدایت پر سلطان
نے رات کو کشک میں گزارنے کا ارادہ ظاہر کیا۔کوشک
انگریزوں کی بارکوں سے قریب تھا۔جس میں سلطان،
سلطان کا بیٹا اور وہ لوگ بھی پہونچ گئے جو
سلطان کے ہمراہ فرار ہونے والے تھے جن کی تعداد
نو تھی ۔ رات بھر انھوں نے اپنا اسباب باندھا جس
میں شاہی جواہرات بھی شامل تھے ۔

۱۱ نومبر ۱۹۲۲ء کو صبح چھ بجے یہ مختصر گروہ چپکے
سے کوشک سے نکلا ۔ دو انگریزی صلیب احمر کی
لاریاں پہلے سے کوشک کے دروازے پر موجود تھیں
جن میں یہ سب بیٹھ گئے ۔موسلادھار بارش ہو رہی
تھی اس لئے کسی کو سلطان کی فراری کا پتہ بھی نہ
چل سکا ۔

اب جنرل ہیرنگٹن سلطان کو الوداع کہنے کے لئے
توپ خانہ کی بندرگاہ پر آیا ۔ جس لاری میں سلطان
سوار تھے اس کے ٹائر میں چھید ہو جانے کی وجہ
سے اس کو ایک جگہ رکنا پڑا ۔ پھر وہ روانہ ہوگئی۔

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

اب سلطان کو ایک کشتی میں بٹھاکر انگریزی جہاز موسومہ "ملایا" پر چڑھایا گیا اور ہیرنگٹن نے سلطان کو یقین دلایا کہ اب آپ محفوظ ہیں کیونکہ اس جہاز کا شمار برطانوی علاقوں میں ہے۔ سلطان نے اپنی پانچ بیویوں کے بارے میں ہیرنگٹن سے کہا کہ ان کو بھی میرے پاس پہونچایا جائے۔ جس کا اس نے وعدہ کر لیا۔

سلطان جب جہاز پر سوار ہوگئے تو ہیرنگٹن نے ان سے پوچھا کہ آپ کہاں جانا چاہتے ہیں؟ سلطان نے مالٹاکو پسند کیا۔ روانہ ہونے سے پہلے انھوں نے اپنی بیویوں اور بیٹیوں کے لئے ایک پیغام لکھوایا اور جنگی جہاز آخری سلطان روم کو لے کر روانہ ہوگیا۔ ترکوں کو اس واقعہ کی کانون کان خبر نہ ہوسکی۔ رفعت کو کچھ شبہ ہوگیا تھا اور اس نے اپنے جاسوس ہر طرف چھوڑ رکھے تھے لیکن اس کی یہ ساری تدبیریں ناکام رہیں اور سلطان انگریزوں کی مدد سے بھاگ نکلے۔

سلطان کی روانگی کے بعد رفعت کو پتہ چلا۔ اس نے فوراً مصطفےٰ کمال کو بذریعہ تار اطلاع دی۔

Scanned by CamScanner

مصطفےٰ کمال نے پوچھا کہ وہ کس کی غفلت سے فرار ہوئے؟ رفعت نے جواب دیا کہ اس کی ذمہ داری کسی پر عائد نہیں ہوتی۔ قوم پرست ترکوں کو اس کا کچھ غم نہیں ہوا بلکہ انھوں نے شکرانہ ادا کیا کہ بغیر گرفتار کئے یا خون بہائے ہوئے انھیں سلطان سے چھٹکارا مل گیا۔

اب رفعت کو مصطفےٰ کمال نے ہدایت کی کہ وہ شہزادہ عبدالمجید سے جاکر ملے جو سلطان وحیدالدین کا چچازاد بھائی تھا۔ چنانچہ رفعت نے اس شہزادے کو چند شرائط پر خلافت کی پیش کش کی۔ عبدالمجید کو سلطان عبدالحمید نے سیاست میں حصہ لینے سے محروم کردیا تھا کیونکہ وہ بڑا روشن خیال آدمی تھا اور قوم پرستوں کا ہمدرد تھا۔ اس نے خلافت کی پیش کش کو بلا تامل قبول کرلیا۔

دوسرے دن تمام ممبران پارلیمان انقرہ میں جمع ہوئے۔ رؤف بے نے ان لوگوں کو سلطان کی غداریاں بتائیں۔ جس پر طے پایا کہ ان کو معزول کیا جائے۔ اس کے بعد نئے خلیفہ کا انتخاب شروع ہوا۔ چند خوجے قسم کے ممبروں نے اعتراض کیا کہ

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

خلیفتہ المسلمین کا تعلق تمام عالم اسلام سے ہے لہٰذا عہدۂ خلافت کی ذمہ داریوں پر بحث چھڑ گئی۔ مصطفٰے کمال نے اس بحث کو یہ کہہ کر ختم کیا کہ خلافت ترکوں کا اندرونی معاملہ ہے جس کا عالم اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

عبدالمجید کو مسند خلافت پر بٹھانے کے بعد ترکی حکومت کی طرف سے عالم اسلام کے لئے جو اعلان شائع ہوا۔ اس میں نئے خلیفہ کو سیاسی امور میں حصّہ لینے سے بالکل منع کر دیا گیا تھا۔ خلافت کی مسند نشینی کی رسومات کو دانستہ طور پر مختصر کر دیا گیا تھا یہ رسومات بروز جمعہ ادا کی گئیں۔ عبا اور عمامے کی بجائے نئے خلیفہ کو ترکی کوٹ اور ترکی ٹوپی پہنائی گئی۔ پھر تبرکات نبوی کی پیش کش کی گئی لیکن حضرت عمر کی شمشیر اس کی کمر سے نہ باندھی گئی جیسا کہ اب تک دستور رہا تھا۔ یہ رسم مولانا روم کے مزار واقع قونیہ میں ادا کی جاتی تھی۔

پھر نیا خلیفہ جلوس کے ساتھ جامع فاتح پہونچا بینڈ باجے نے ترکی کا قومی ترانہ بجایا۔ اس کے بعد نماز عربی کی بجائے ترکی زبان میں پڑھی گئی۔

ادھر سابق سلطان وحیدالدین کو پہلے مالٹا لیجایا

گیا۔ پھر اٹلی کے شہر سین ریمو پہنچا دیا گیا۔ برطانوی سفارت خانہ کے ذریعہ سلطان کا مال و متاع بھی اٹلی پہونچ گیا۔ یہ وہی سلطان تھے جن کی لڑکیوں کی آگے چل کر نظام حیدرآباد کے بیٹوں سے شادیاں ہوئیں۔ سلطان کی دولت اتنی کافی تھی کہ ان کی بقیہ زندگی آرام سے گزری۔ یہ تھا خاتمہ اُس سلسلۂ سلاطین عثمانیہ کا جس میں سلطان محمد فاتح اور سلیمان عالیشان جیسے مردِ میدان پیدا ہوئے۔ کون کہہ سکتا تھا کہ "یورپ کا مریض نیم جان" دوسرا جنم لے کر پھر زندہ ہوگا!

Digitized By M.A.B

Scanned by CamScanner

لوزین کانفرنس

اتحادیوں نے قسطنطنیہ اور انقرہ دونوں حکومتوں کو لوزین کانفرنس میں مدعو کیا تھا لیکن جب سلطان فرار ہوگئے تو صرف حکومت انقرہ باقی رہ گئی، جس نے ترکوں کی نمائندگی کی۔ مصطفٰے کمال نے عصمت کو اس کانفرنس کا سربراہ مقرر کیا جو میدان جنگ کا تجربہ تو رکھتا تھا لیکن میدان سیاست سے نابلد تھا بلکہ اس نے اس سے پہلے یورپ میں کبھی قدم بھی نہ رکھا تھا۔ بجز چند دنوں کے لئے جب وہ علاج کے لئے جرمنی اور آسٹریا گیا تھا۔

لائڈ جارج کا زمانہ ختم ہو چکا تھا اور اب اس

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

سے بھی بدتر انسان لارڈ کرزن کی صورت میں انگریزوں کی طرف سے کانفرنس کا رہنما تھا جو ہندوستان کا وائسرائے رہ چکا تھا اس لئے اہل مشرق کو ذلیل سمجھتا تھا اور چاہتا تھا کہ ترکوں کو ذلیل کرکے برطانیہ کے گرتے ہوئے وقار کو سنبھال لے۔ اس کی نظر میں ترک مفتوح تھے اور برطانیہ فاتح، لیکن مصطفےٰ کمال کی فتح کے بعد ترک اپنے آپ کو فاتح سمجھتے تھے لہٰذا کرزن کو سوچنا پڑا کہ جب ہم جرمنی جیسی طاقت کو زیر کرکے اس پر دورسائی کا صلح نامہ مسلط کر سکتے ہیں تو ترکوں کی کیا حقیقت ہے کہ وہ ہمارے حکم سے سرتابی کریں۔

لوزین کانفرنس سارے اتحادیوں کی طرف سے بلائی گئی تھی لیکن انگریز اس کانفرنس پر چھا گئے۔ عصمت نے محسوس کیا کہ انگریز ترکوں کو سائل سمجھتے ہیں —— ادھر صورت حال یہ تھی کہ کرزن نے فرانس کو پہلے ہی سے رام کر لیا تھا بلکہ اٹلی بھی انگریزوں کے جھانسے میں آگیا تھا

Digitized By M.Y.M.B

Scanned by CamScanner

لہٰذا کرزن نے شروع ہی سے عصمت کے ساتھ وہ برتاؤ اختیار کیا جو انگریز ہندوستان میں ہندوستانیوں سے کرتے تھے لیکن ترک جیسی خوددار قوم جو سینکڑوں برس یورپ پر حکومت کر چکی تھی ایسے برتاؤ کو کس طرح گوارا کر سکتی تھی۔

نتیجے میں عصمت نے ہر بات پر جھگڑنا شروع کیا۔ ایک بات پر اگر وہ ایک دن راضی ہوتا تو دوسرے دن اسی بات سے مُنکر ہو جاتا۔ شروع میں تو اتحادی اس سے بہت برگشتہ ہوئے لیکن آگے چل کر وہ اس کے خلوص اور ضبط کو دیکھ کر اس کا احترام کرنے لگے۔ عصمت کو یقین تھا کہ دشمن آخرکار تھک تھکا کر اس کی بات مان لیں گے۔

اہل مغرب نے جو رائے عصمت کے متعلق قائم کی اس کا خلاصہ ایک انگریز مندوب کی زبان سے درج ذیل ہے:

"ہم اب تک صرف دو قسم کے ترکوں کو جانتے تھے۔ ایک پرانی وضع کا، دوسرا نئی وضع کا۔ پرانی وضع کا ترک تو کب کا

مر چکا ہے۔ نئی وضع کا ترک نوجوان تھا
جو اب غائب ہے۔ آج ہم تیسری قسم کے
ترک سے دوچار ہیں جو پہلے اور دوسرے
قسم کے ترک سے بالکل مختلف ہے۔ وہ
ہمارے سامنے عصمت کی شکل میں موجود
ہے اور جس نے نیا جنم لیا ہے۔ اس کی
شخصیت اور اس کے رویّہ سے کانفرنس
بے حد متاثر ہوئی ہے جس پر وہ چھا گیا
ہے۔ ہم کو اسی قسم کے ترک سے صلح
کرنی ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ مصطفےٰ کمال انگریزوں سے دوستی کرنا چاہتے تھے۔ انھوں نے روسیوں سے جو دوستی کی تھی وہ ازراہِ مصلحت تھی اور محض انگریزوں کی دشمنی کی وجہ سے اور اب بھی انگریزوں سے دوستی کے راستے میں کئی روڑے تھے۔ مثلاً درۂ دانیال، مسئلہ موصل اور بدلیشیوں کے ترکی میں غیر معمولی حقوق وغیرہ۔ درۂ دانیال کے معاملے میں اتحادی طے کر چکے تھے کہ ہر ملک کے جنگی جہاز اس سے گزریں گے۔ آخر اس بارے

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

میں عصمت کو اتحادیوں سے متفق ہونا پڑا حالانکہ اس سے روس ترکی سے ناراض ہو گیا۔

دوسرا مسئلہ جو اس کانفرنس میں اٹھا وہ عیسائی اقلیتوں کا تھا جو ترکی میں آباد تھیں اور جن میں بیشتر یونانی اور ارمنی تھے۔ اتحادی ان سب کو بین الاقوامی کمیشن کے ماتحت کر دینا چاہتے تھے لیکن عصمت نے کہا کہ ترکی عدالتیں آزاد قسم کے قوانین کے مطابق فیصلہ کریں گی اور جب عصمت اپنی بات پر اڑا رہا تو کرزن نے اپنی بات کی لاج رکھنے کے لئے عصمت سے کہا کہ ترکی کو لیگ آف نیشنز میں شریک ہونا چاہیئے۔ جس پر عصمت نے رضامندی دے دی۔

تیسرا ٹیڑھا مسئلہ ترکی اور یونان کے تعلقات کا تھا۔ اس معاملے میں وینی زلوز اور مصطفےٰ کمال کی حقیقت شناسی بڑی کارآمد ثابت ہوئی۔ دونوں ہی اپنی اپنی جگہ پر محسوس کرتے تھے کہ ہمسایہ ملکوں کو کسی نہ کسی طرح گزارا کرنا ہی ہے۔ وینی زلوز جانتا تھا کہ وہ اپنے مقصد میں ناکام ہو گیا اور مرے مُردے

Scanned by CamScanner

اکھاڑنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اس لئے ان دونوں ملکوں نے وعدہ کیا کہ وہ اپنے جھگڑے آپس ہی میں طے کر لیں گے۔ تھریس اور ادرنہ (اڈریانوپل) کی سرحدوں کا جھگڑا قومی معاہدے کے مطابق فیصل ہو گیا جو ترکوں کے لئے ایک طرح کی فتح تھی۔ یونان میں ترک اقلیت تھی اور اسی طرح ترکی میں یونانی اقلیت۔ ان دونوں کا معاملہ لیگ آف نیشنز کے سپرد کیا گیا جس نے فیصلہ کیا کہ اقلیتیں اپنے اپنے وطن کی لیگ آف نیشنز کی نگہبانی میں واپس ہو جائیں۔

اب صرف ایک بڑا مسئلہ موصل کا باقی رہ گیا تھا جس کے بارے میں طے کیا گیا کہ باشندگان موصل خود ہی اپنی قسمت کا فیصلہ کر لیں۔ برطانوی وزیراعظم بونرلا طے کر چکا تھا کہ ہم موصل کی خاطر لڑنے کے لئے تیار نہیں لیکن کرزن اس بات پر اڑ گیا کہ موصل برطانوی راج اور خصوصاً ہندوستان اور عراق کی حفاظت کے لئے ضروری ہے۔ اس کے علاوہ باشندگان موصل عراق میں مدغم ہونے کا فیصلہ کر چکے تھے کیونکہ موصل میں بیشتر عرب اور کرد

تھے۔ آخر موصل کے متعلق یہ قرار پایا کہ اس مسئلہ کا فیصلہ لیگ آف نیشنز پر چھوڑ دیا جائے۔

ترکی میں بدیشیوں کے حقوق کا مسئلہ بڑا اہم تھا۔ ان حقوق سے "حکومت اندرون حکومت" ترکی میں قائم ہو گئی تھی۔ کسی بدیشی پر ترکی عدالت میں مقدمہ نہیں چلایا جا سکتا تھا۔ ہر ملک کے باشندے کے خلاف صرف اس کے ملک کے سفارت خانے سے چارہ جوئی کی جا سکتی۔ ترکی کے بینکوں، ریلوں، کانوں اور جنگلات پر اغیار کا قبضہ تھا۔ کسی بدیشی پر کوئی ٹیکس نہ عائد کیا جا سکتا۔ ان بدیشیوں کو اپنا مال بلا ٹیکس لانے کی اجازت تھی۔ ترکوں کے لئے بدیشیوں کے یہ حقوق نشانِ غلامی تھے۔ جس کو ختم کرنے کے لئے تمام ترک متفق تھے۔

چونکہ ان حقوق سے مستفید ہونے والے بیشتر فرانسیسی تھے۔ اس لئے فرانس ان حقوق کو قائم رکھنے پر مصر تھا۔ اس سلسلے میں جو تجاویز فرانس کی طرف سے پیش ہوئیں ان کو عصمت نے یکسر خارج کر دیا۔ کرزن ابھی تک

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

اس مغالطے میں تھا کہ اہل مشرق سودا کرنے کے عادی ہیں۔ وہ اس حقیقت کو بالکل بھول گیا تھا کہ ترک اہل مشرق سے مختلف ہیں اور وہ بھی یورپ کی طرح قومیت کے نشے میں سرشار ہیں۔

آخر نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ کانفرنس کی ساری کارروائی کو ایک خطرہ لاحق ہو گیا۔ ایک موقع پر کرزن نے عصمت کو دھمکی دی کہ اگر اس نے صلح نامے کے مسودے پر دستخط نہ کئے تو لڑائی پھر چھڑ جائے گی۔ لیکن عصمت اپنی بات سے ہٹنے والا نہ تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ کرزن ناراض ہوکر اپنے وطن واپس چلا گیا اور صلح نامہ کا معاملہ التواء میں پڑ گیا اور آخر عصمت بھی انقرہ واپس آ گیا۔

اب قومی پارلیمان میں مصطفےٰ کمال کی مخالفت بڑے زور شور سے شروع ہوئی۔ بعض مخالفین نے یہ بھی کوشش کی کہ اس کو غیر ترک قرار دے دیا جائے کیونکہ اس کا وطن اب ترکوں کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ عصمت کو اس کے مخالفین نے کھلّم کھلّا برا بھلا کہا اور موصل سے محروم ہو جانے

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

کا الزام بھی عصمت کے سر تھوپا گیا۔ عصمت کے مخالفین میں علی شکرو پیش پیش تھا۔ جب علی شکرو یکایک غائب ہو گیا اور کچھ دن بعد اس کی لاش پائی گئی تو اس کے قتل کا الزام بھی مصطفےٰ کمال کی حکومت پر لگایا گیا بالآخر مصطفےٰ کمال نے طے کیا کہ ایسی شوریدہ سر پارلیمان کو منتشر کر دیا جائے۔

ساتھ ہی انھوں نے یہ بھی طے کیا کہ لوگوں کے دل کا اصل حال معلوم کیا جائے۔ اس غرض سے انھوں نے تمام اناطولیہ کا دورہ کیا۔ ایک جگہ تو متواتر چھ گھنٹے تقریر کی۔ اب لوگوں کو محسوس ہونے لگا کہ حکومت میں ان کا بھی ہاتھ ہے چونکہ بیشتر ترک ابھی تک دیندار تھے۔ اس لئے انھوں نے اسلام کے نام پر بھی اپیل کی۔ اس دورے کے بعد پارلیمان کا دوسرا انتخاب عمل میں آیا اور دوسری پارلیمان کا پہلا اجلاس ۱۱ اگست ۱۹۱۳ء سے شروع ہوا۔ مصطفےٰ کمال صدر مملکت ترکی منتخب ہوئے اور عصمت کو وزیر خارجہ مقرر کیا گیا۔

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

لوزین کانفرنس کا دوسرا اجلاس

ابھی لوزین کانفرنس کا دوسرا دور شروع نہیں ہوا تھا کہ مصطفےٰ کمال نے لطیفہ سے شادی کرلی ـــــ ایک دن وہ اچانک لطیفہ کو ساتھ لے کر قاضی کے پاس پہونچ گئے۔ قاضی اس بے نقاب لڑکی کو دیکھ کر متحیّر رہ گیا۔ بہرحال شادی یورپین طریقے پر انجام پائی اور نکاح کا گواہ کاظم کارابکر بنایا گیا۔

نکاح کے بعد انھوں نے لطیفہ کو ساتھ لے کر جنوبی اناطولیہ کا دورہ کیا۔ لطیفہ ہر جگہ بے نقاب جلسوں میں شریک ہوتی، شوہر کی طرح برجس بھی پہنتی اور گھوڑے پر سوار ہوتی۔ عدانہ کی چند خواتین نے لطیفہ کو اپنے زنان خانے میں ٹھہرانا چاہا لیکن مصطفےٰ کمال نے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ میری بیوی میرے پاس رہے گی۔ لطیفہ کے بے نقاب اور بے حجاب گھومنے پھرنے سے پرانے قسم کے لوگ ناراض ہوگئے۔ دورے کے دنوں میں جب مصطفےٰ کمال کو تحائف پیش کئے جاتے تو وہ ان کو قبول کرنے سے انکار کردیتے۔

Digitized By M.Y.M.D

Scanned by CamScanner

لوزین کانفرنس کا دوسرا اجلاس شروع ہوا اور عصمت لوزین پہونچا تو اس کو محسوس ہوا کہ کانفرنس کا نقشہ ہی بالکل بدلا ہوا ہے۔ کرزن موجود نہ تھا اس کی جگہ انگریزوں کی طرف سے رمبولڈ صدارت کر رہا تھا۔ کانفرنس کے پہلے اجلاس میں سیاسی امور کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ اب صرف اقتصادی اور مالی امور فیصلہ طلب تھے جس کے لئے عصمت تیار ہو کر گیا تھا۔ سب سے کٹھن مسئلہ بدیشیوں کے حقوق سے متعلق تھا اور اسی کی وجہ سے پہلا اجلاس ناکام رہا تھا۔ دوسرا بڑا مطالبہ تاوان جنگ کا تھا جو اتحادی ترکوں سے وصول کرنا چاہتے تھے۔

اتحادیوں کی تردید میں عصمت اپنی علیحدہ تجاویز لے کر آیا تھا۔ مصطفےٰ کمال نے یہ چال چلی تھی کہ امریکیوں کو چند مراعات دے دی تھیں جن کی وجہ سے امریکی نمائندہ ترکوں کا ہم نوا تھا۔ اس نے عصمت کو یقین دلایا تھا کہ اب اتحادیوں میں اتنی سکت نہیں رہی کہ وہ دوبارہ جنگ میں کود سکیں۔

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

الجھاؤ پر الجھاؤ پیدا ہوتے رہے۔ یہ کانفرنس کھنچتی چلی گئی۔ حقیقت یہ تھی کہ اتحادیوں کی طرح ترک بھی جنگ کے لئے تیار نہ تھے۔ کرزن کی عدم موجودگی کے باعث انگریزوں نے صلح کُن روّیہ اختیار کیا۔ آخر تاوان جنگ کا سوال ختم کر دیا گیا۔ بدیشیوں کو جو مراعات حاصل تھیں ان کا فیصلہ ترکی عدالتوں پر چھوڑ دیا گیا جو ترکوں کی بہت بڑی فتح تھی اور ساتھ ہی ساتھ اتحادیوں کی شرم بھی رہ گئی۔

انگریزوں کے نمائندے رمبولڈ نے جارج پنجم شاہ برطانیہ کو لکھا کہ صلح نامہ "عظیم الشان کارنامہ ہونے کی بجائے شرائط کے اعتبار سے ناقابل قبول ہے۔" لندن ٹائمز نے صلح نامے کو "سخاوت اور انصاف کا نمونہ" قرار دیا اور ترکوں کے متعلق لکھا کہ "ترک کسی معجزے سے ایک متمدن قوم ہوگئی۔" الغرض ۲۴ جولائی سنہ ۱۹۲۲ء کو صلح نامہ پر فریقین کے دستخط ثبت ہوگئے۔

مصطفےٰ کمال صلح نامہ کی تکمیل کی خبر سن کر پھولے نہ سمائے۔ ان کے تمام دوستوں کی عقیدت

Scanned by CamScanner

ان سے دوبالا ہوگئی۔ رؤف بے فتح مند عصمت سے اتنا جل گیا کہ وزارت عظمیٰ کو خیرباد کہہ کر سواس چلا گیا۔ اس کو اندیشہ تھا کہ اب مصطفےٰ کمال مطلق العنان ہوکر جمہوریت کو خطرے میں ڈال دیں گے۔۔ کچھ دنوں بعد وہ کشمکش شروع ہوگئی جس کے ایک طرف غازی مصطفےٰ کمال اور دوسری طرف اصول جمہوریت تھا۔ اب مصطفےٰ کمال نے فتحی بے کو وزیراعظم مقرر کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ صلح نامہ لوزین عالمگیر جنگ کے بعد پہلا صلح نامہ تھا جس کے شرائط مفتوح قوم کے مطالبات کے مطابق تھے۔ اس کارنامے کا سہرا مصطفےٰ کمال کی رواداری اور ضبط وتحمل کے سر بندھتا ہے۔

صلح نامہ کے چھ ہفتہ بعد اتحادیوں نے اپنی فوجیں قسطنطنیہ سے ہٹا لیں۔ ترکوں نے جنرل ہیرنگٹن کی خدمات کو بہت سراہا جس کی وجہ سے دوبارہ لڑائی شروع نہیں ہونے پائی۔ یہ جنرل ہیرنگٹن کی مقبولیت کی بات تھی کہ اس کی رخصتی کے وقت پندرہ ہزار ترک اس کو الوداع کہہ رہے تھے۔

Digitized By eGangotri

Scanned by CamScanner

صلح نامہ لوزین کی تکمیل کے بعد مصطفےٰ کمال نے طے کیا کہ انقرہ کو مستقل دارالحکومت بنایا جائے جو اس وقت محض ایک قصبہ تھا۔

آخر قسطنطنیہ چار سو ستّر سال تک دارالخلافہ رہنے کے بعد مرکزی حکومت سے محروم ہوگیا۔ انقرہ کو ترجیح دینے کا سبب یہ تھا کہ وہ اناطولیہ کے ایسے علاقے میں واقع تھا جہاں دشمن آسانی سے پہونچ نہ سکتا تھا۔ اس کے برعکس قسطنطنیہ ہر بلقانی ریاست کا بآسانی شکار ہو سکتا تھا کیونکہ اب ترکوں کی حکومت صرف ادرنہ (اڈریانوپل) تک محدود ہوگئی تھی۔ اس کے علاوہ قسطنطنیہ اپنی بدچلنی، آوارہ گردی اور سازشوں کی وجہ سے بدنام بھی بہت تھا۔ مزید براں نئے جنم کے ساتھ نیا دارالحکومت بھی ضروری تھا۔ سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ جب کبھی ترک خطرے میں پڑے تو اناطولیہ کے سادہ لوح اور محنتی دیہاتیوں اور کسانوں نے ہی انھیں بچایا۔

لہٰذا قسطنطنیہ کو مرکز خلافت کی حیثیت سے باقی رکھ کر انقرہ کو دارالسلطنت بنایا گیا جو

پہلے "انکرا" کہلایا کیونکہ ترکی میں ق کی آواز
نہیں ہے پھر "انگورا" بن گیا ——— پھر
قسطنطنیہ کا نام بھی استنبول رکھ دیا گیا۔

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

ترکی کی نئی تشکیل

جنگ کے بعد ترکوں میں جس کو سب سے زیادہ وقار اور اقتدار حاصل ہوا وہ غازی مصطفےٰ کمال تھے جنھوں نے اپنے ملک کو ایک نئی زندگی بخشی ——— ترکی وہ ملک تھا جو چوطرفہ دشمنوں سے گھرا ہوا تھا اور جس کے مقبوضات خود اس کے لئے وبال بن گئے تھے۔ یہ مصطفےٰ کمال کا کارنامہ تھا کہ ایک ہی نسل و رنگ اور ایک ہی مذہب کے باشندوں کو انھوں نے قومیت کی ایک رسی میں منسلک کر دیا اور یہ ان کے عزم بالجزم اور سوچ بچار کی بدولت تھا کہ ترکی آج متحد تھا۔

مصطفےٰ کمال ایک حقیقت شناس انسان تھے۔

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

ان میں ممکن اور ناممکن باتوں میں امتیاز کرنے کی صلاحیت تھی اور قدرت نے صبر و استقلال کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔

وہ ترکی کے نجات دہندہ، دور اندیش، جفاکش اور مستقل مزاج تھے مگر کسی حد تک جلد باز بھی اور دوست دشمن کی نیتوں کا اندازہ لگانے میں ماہر۔ انھوں نے اپنے لڑکپن میں دعویٰ کیا تھا کہ میں بڑا آدمی بن کر رہوں گا۔ چنانچہ صرف بیالیس سال کی عمر میں انھوں نے وہ بڑائی حاصل کر لی جس کا خواب لڑکپن میں دیکھا تھا۔

مصطفےٰ کمال نے ملک کو بچانے کے بعد قوم کی نئی تشکیل کا بیڑا اٹھایا لیکن ان کی قوم اب تک قرون وسطیٰ کے خیالات میں ڈوبی ہوئی تھی اور ان ہی خیالات کی بدولت ترکوں نے بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیئے تھے۔ اس لئے ان کو یقین تھا کہ ماضی کو زندہ کر کے حال کے تقاضوں کو بھی پورا کیا جا سکتا ہے اور یہ اس لئے تھا کہ ان میں اب تک کوئی سرسید پیدا نہیں ہوا تھا۔

اس کے برعکس مصطفےٰ کمال کو یقین تھا کہ ان کی فتح اس وقت تک عارضی رہے گی جب تک قوم زمانے کے تقاضوں کے مطابق اپنا رنگ نہ بدل

لے۔ترک دیگر مسلمان قوموں کی بہ نسبت مغرب سے قریب تر تھے لیکن چونکہ وہ بتیس دانتوں کے درمیان ایک زبان کی طرح تھے اس لئے ان کو اپنی اور اپنے سامراج کی حفاظت کی خاطر پرانے اصولوں پر جمنا پڑا۔ جس میں انھوں نے خاصی استقامت دکھائی ——— اٹھارہویں صدی سے اگرچہ انھوں نے مغربی آلات جنگ کا استعمال شروع کر دیا تھا۔ پھر بھی وہ اس بات سے بے خبر تھے کہ انسان کا اصل آلہ جدید ہتھیار نہیں بلکہ اس کے خیالات ہیں۔ فرسودہ آدمی کے ہاتھ میں جدید ترین آلات بھی فرسودہ ہو جاتے ہیں۔

ان حالات کے تحت مصطفےٰ کمال نے فیصلہ کیا تھا کہ سب سے پہلے اپنی قوم کے خیالات بدلیں گے ——— چنانچہ اس مقصد کا تعین انھوں نے ایام شباب ہی میں کر لیا تھا اور موقع کے منتظر تھے یہ موقع اب پیدا ہو گیا تھا لہٰذا انھوں نے آہستہ آہستہ ترکوں کی ذہنیتوں پر چوٹ دینا شروع کی۔

ترک قوم کی مثال اس جہاز کی تھی جو کھلے سمندر میں تو پہونچ چکا تھا لیکن جس کی منزل مقصود

کا راستہ صرف جہاز کا ناخدا ہی جانتا تھا مصطفےٰ کمال کا سب سے پہلا اور مقدم مقصد ترکی میں جمہوریت قائم کرنا تھا جو ترکوں کی پرانی تاریخ کے خلاف تھا بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ جمہوری تصور سارے مشرق کے لئے ایک معمہ تھا لہٰذا انھوں نے جب جمہوریت کو عوام سے روشناس کرایا تو ان کی مقبولیت کا خطرے میں پڑنا لازمی تھا لیکن ابتدائی طوفان کے بعد حالات اعتدال پر آنے لگے اور چند ہی دنوں کے اندر اندر ہر طرف جمہوریت کے چرچے ہونے لگے۔

سچ تو یہ ہے کہ مصطفےٰ کمال نے جمہوریت کی بنیاد اسی وقت قائم کردی تھی جب انھوں نے انقرہ میں قومی پارلیمان کی تشکیل کی تھی کیونکہ پارلیمان کے بنیادی اصولوں میں پہلا اصول یہ تھا کہ فرماں روائی عوام کے ہاتھ میں ہو لہٰذا مصطفےٰ کمال نے جب اس کا اظہار ایک اسٹروی نامہ نگار سے کیا تو انقرہ میں ایک سنسنی پھیل گئی کیونکہ رجعت پسند ترکوں کے نزدیک اسلام اور جمہوریت یکجا نہ ہو سکتے تھے۔

ترکوں کی رجعت پسندی کا یہ عالم تھا کہ ایکمرتبہ

ایک خوجہ یعنی ملّا نے مصطفےٰ کمال سے پوچھا کہ "جدید" کے کیا معنی ہیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ اس کے معنی ہیں انسان۔

خوش قسمتی سے دوسری پارلیمان میں بیشتر ممبر علم دوست تھے۔ البتہ چند ممبر قدامت پسند تھے جو مجوزہ جمہوری حکومت کا صدر خلیفۃ المسلمین کو بنانا چاہتے تھے۔ ان لوگوں کو خدشہ تھا کہ کہیں حکومت مصطفےٰ کمال کے ہاتھ میں جاکر مطلق العنان نہ بن جائے جس کی مثالیں جنوبی امریکہ اور روس میں موجود تھیں۔

مصطفےٰ کمال نے ان قدامت پسندوں کی مخالفت کے باوجود جمہوریت قائم کرنے کا تہیہ کرلیا۔ رات بھر انھوں نے عصمت کے مشورے سے جمہوری دستور کا خاکہ تیار کیا جس کی رو سے پارلیمان کو صدر کے انتخاب کا مجاز تھا اور صدر کو اختیار تھا کہ وہ وزیراعظم کا تقرر کرے اور وزیراعظم کو دوسرے وزراء کے انتخاب کی اجازت تھی۔

چونکہ پارلیمان میں مصطفےٰ کمال کے حامیوں کی کثرت تھی اس لئے مجوزہ قانون بہت جلد پاس ہوگیا۔ مصطفےٰ کمال کے ایک حامی نے کہا کہ ترکی کی جمہوریہ اس جمہوریہ کی

Digitized By eGangotri

Scanned by CamScanner

طرح ہے جو آنحضرتؐ نے چودہ سو سال پہلے مکہ معظمہ میں قائم کی تھی۔ نئی جمہوریہ کا صدر بالاتفاق مصطفےٰ کمال کو منتخب کیا گیا۔ اس نے عصمت کو وزیر اعظم بنایا اور ایک سو ایک توپوں کی سلامی سے اس جمہوریہ کا اعلان کر دیا گیا۔

اب مصطفےٰ کمال کے مخالفوں نے کہنا شروع کیا کہ جو اختیارات ان کو حاصل ہیں وہ تاریخ میں کبھی کسی سلطان کو بھی نہیں ملے۔ کاظم کارابکر بھی رؤف بے کا ہم نوا ہوگیا اور رؤف بے نے کہنا شروع کر دیا کہ ہیں جمہوریت کے تو حق میں ہوں لیکن ذاتی حکومت کے خلاف ہوں۔

خلافت کا خاتمہ

جب مصطفےٰ کمال نے محسوس کیا کہ اب جمہوری حکومت کے قدم جم گئے تو انھوں نے ایک ایسا قدم اٹھایا جس کی نظیر عثمانی ترکوں کی تاریخ میں نہ تھی۔ سلاطین عثمانیہ سلطان سلیم اوّل (۱۵۱۲ تا ۱۵۲۰ء) کے زمانے سے خلیفتہ المسلمین اور امیرالمومنین کہلاتے تھے۔ یہ سلطان عہدۂ خلافت کے ساتھ علم نبوی، شمشیر نبوی اور عبائے نبوی

Scanned by CamScanner

کا وارث بھی تھا اور یہ تبرکات ایک خلیفہ سے دوسرے خلیفہ کو منتقل ہوتے رہتے تھے۔

حصول خلافت سے سلاطین عثمانیہ کی شان و شوکت اور رعب و دبدبہ میں بڑا اضافہ ہوا تھا کیونکہ دستور کے مطابق خلیفۂ وقت کا نام جمعہ کی نماز میں صرف ترکی ہی میں نہیں بلکہ تمام عالم اسلام میں لیا جاتا تھا۔ ہندوستان کے مسلمانوں کی تو یہ کیفیت تھی کہ محمد تغلق کے دربار میں جب خلیفۂ وقت کا نام نہاد نمائندہ پہونچا تو شہنشاہ تغلق نے اس کے ہاتھ چومے اور بڑی قدر و منزلت کی۔

مصطفےٰ کمال شروع ہی سے کہا کرتے تھے کہ اسلام جدید تہذیب اختیار کرنے کے خلاف نہیں ہے۔ اب انھوں نے اس قول کو عملی جامہ پہنایا اور جامع مسجدوں کے پیش اماموں کو حکم دیا کہ خطبہ بجائے عربی کے ترکی زبان میں پڑھا جائے۔ بقول مصطفےٰ کمال ترک ایک عرصے سے مشرق سے مغرب کی طرف جا رہے تھے۔ چنانچہ انھوں نے فیصلہ کیا کہ مشرقیت کی پابندی سے آزادی حاصل کر لی جائے اور خلافت کا خاتمہ کر دیا جائے۔ جیسے ہی خاتمۂ خلافت کا اعلان

Scanned by CamScanner

ہوا، ہندوستان کے دو ممتاز مسلمان رہنماؤں یعنی آغا خان اور سید امیر علی نے عصمت کو لکھا کہ جس وقت سے سیاست کو خلافت سے علیحدہ کیا گیا ہے اس وقت سے عہدۂ خلافت کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی ہے، اس لئے مسلمانان ہند ترکی حکومت سے استدعا کرتے ہیں کہ خلافت کا خاتمہ نہ کیا جائے۔

مصطفےٰ کمال پر ان خطوط کا کچھ اچھا اثر نہ پڑا۔ ان کے نزدیک یہ تحریک ترکی کے اندرونی معاملات میں بدیشیوں کی مداخلت کے مرادف تھی۔ قبل اس کے کہ یہ خطوط عصمت کے پاس پہونچیں استنبول کے تین اخباروں نے ان کو شائع کر دیا۔ اور متذکرہ صحاب نے لندن کے مشہور اخبار ٹائمز کو ان کی نقلیں دے دیں۔ آغا خاں اور امیر علی کے خط جب استنبول کے اخباروں میں شائع ہوئے تو مصطفےٰ کمال نے پارلیمان کا خفیہ اجلاس طلب کر لیا اور اپنی تقریر میں خلافت کو "قرون وسطی کا پھوڑا" قرار دیا۔

خلافت کی بے اثری کے ثبوت میں مصطفےٰ کمال کی دلیل یہ تھی کہ سلطان ترکی خلیفۂ وقت کہلاتا تھا لیکن ہندی اور روسی مسلمان اپنی اپنی حکومتوں کے

Scanned by CamScanner

حکم پر اس کے خلاف لڑنے کے لئے آئے تھے جس کے برعکس پاپائے اعظم کا تسلط تمام دنیا کے کیتھولک عیسائیوں پر قائم رہا۔ کسی عیسائی نے اس کے حکم سے سرتابی نہیں کی اور خلافت کو ختم کرنے کے معنی یہ تو نہیں ہیں کہ ترکوں نے اسلام کو چھوڑ دیا بلکہ ترک تو صرف اسلام کے تصنعات کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ بادی النظر میں اس استدلال کا کوئی جواب نہ تھا۔

قومی پارلیمان کا چوتھا اجلاس منعقد ہوا تو مصطفےٰ کمال نے ممبروں کو مخاطب کرکے کہا۔

"یہ حقیقت وقت کا صریحی تقاضا ہے کہ اسلام کو آزادی دے کر اسکو سرفراز کیا جائے کیونکہ اب اسلام سیاست کا کھلونا بن کر رہ گیا ہے.....

لہذا اسلام کو از سرنو زندہ کرنے کے لئے اس کو سیاست کا کھلونا نہ بنایا جائے۔"

پارلیمان میں چند علماء موجود تھے جنھوں نے اس بیان پر بڑا ہنگامہ برپا کیا کیونکہ مصطفےٰ کمال اب دینی تعلیم بھی ختم کرنا چاہتے تھے۔ علماء نے کہا کہ دینی تعلیم ختم کرنا ہے تو اس سے پہلے (نعوذ باللہ) قرآن کو جلا دیا جائے۔

Scanned by CamScanner

الغرض یہ قانون کسی نہ کسی طرح پاس ہوگیا۔
عہدۂ خلافت چارسو چھ سال تک (از ۱۵۱۷ تا ۱۹۲۳ء) سلاطین عثمانیہ کے پاس رہ کر ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا اور ہندی مسلمانوں کی تحریک خلافت منہ دیکھتی رہ گئی۔ خلیفہ عبدالمجید اور اس کے خاندان کو جلاوطن کردیا گیا۔ وزارت امور مذہبی اور شیخ الاسلام کے عہدے تخفیف میں آگئے۔ حکومت نے جملہ اوقاف اپنے قابو میں کرلیے اور دینی مدارس کو دنیاوی تعلیم کی وزارت کے سپرد کردیا گیا۔

عوام کے خوف سے آخری خلیفہ کو صبح ہونے سے پہلے ہی موٹر میں بٹھاکر شتلجہ روانہ کردیا گیا جہاں سے وہ ریل میں سوار ہوکر سوئزرلینڈ چلا گیا مگر جب وہ سوئزرلینڈ کی سرحد پر پہونچا تو اس کو اس بنا پر روک لیا گیا کہ اس کی بیویاں ایک سے زائد تھیں۔ بالآخر اس کو ملک میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی۔

اس کو ایک اتفاق کہنا چاہیئے کہ خلیفہ عبدالمجید نے جس روز قسطنطنیہ چھوڑا وہ وہی دن تھا جس دن سلطان محمد فاتح قسطنطنیہ میں پہلی دفعہ داخل ہوا تھا۔ یعنی ماہ مئی ۱۴۵۳ء کو منگل

Digitized By M.M.B.

Scanned by CamScanner

کے دن ۔ اس حساب سے سلاطین عثمانیہ پورے پانچ سو تیس سال اس شہر میں رہے (یعنی ۱۴۵۳ء سے لے کر ۱۹۲۳ء تک)

منگل کے بعد آنے والے جمعہ کو مسجد ابا صوفیہ کے خطبے میں خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین کا نام لینے کی بجائے یہ کہا گیا ۔

"خدایا ہماری جمہوری حکومت اور مسلم قوم کی حفاظت کر۔ مسلمانوں کی شان و عظمت کو تا ابد قائم رکھ اور جمہوریۂ ترکی کے نشان پرچم اسلام کو اقوام عالم کے پرچموں میں سرفراز کر۔ ہم کو توفیق دے کہ ہم پیغمبر کی روحانیت اور ان کے نقش قدم پر چلیں۔"

الغرض مصطفےٰ کمال نے چند گھنٹوں میں تمام رکاوٹوں پر قابو پا کر تاریخ کے ایک دور کا خاتمہ کر دیا۔ ان کا یہ خیال صحیح ثابت ہوا کہ خلافت کے خاتمے سے کوئی فساد برپا نہ ہوگا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ سلطان نے انگریزوں کا غلام بن کر اپنے آپ کو ذلیل اور بدنام کر لیا تھا لہٰذا اس کی روانگی سے لوگ بجائے رنجیدہ ہونے کے خوش ہوئے ۔ البتہ عالم اسلام کو اور خصوصاً

Scanned by CamScanner

ہندی مسلمانوں کو رنج پہنچا جو مصطفےٰ کمال کو "سیف الاسلام" کہنے لگے تھے لیکن عالم اسلام کو جب معلوم ہوا کہ عہدۂ خلافت بغیر سلطنت اور سیاست بے معنی ہے تو ان لوگوں کو بھی صبر آگیا۔

حقیقت یہ ہے کہ ترک مصلحین گذشتہ سو سال سے اپنی قوم کی قدامت پسندی کے خلاف جد و جہد کر رہے تھے۔ مصطفےٰ کمال کا کام صرف اتنا تھا کہ انھوں نے ان مصلحین کی صد سالہ محنت کی تکمیل کر دی۔ یہ کام صرف وہی کر سکتے تھے۔ ملک و قوم کو ملک الموت کے چنگل سے چھڑانا صرف انھیں کے زبردست ہاتھوں کا کام تھا لیکن دنیا کا کوئی قانون صدیوں کے دستور اور برسہا برس کے رواجوں کا خاتمہ نہیں کر سکتا لہٰذا مصطفےٰ کمال نے اس قسم کی کوئی کوشش نہیں کی۔ مذہب کے معاملے میں انھوں نے تمام باشندگانِ ترکی کو جن میں غیر مسلم بھی شامل تھے، پوری آزادی دے دی اور مذہب کو ذاتی معاملہ قرار دے دیا۔

ترکی میں ایک ایسا طبقہ بھی تھا جو مصطفےٰ کمال کی رائج کردہ اصلاحات سے خوش نہ تھا اور اس بات کا منتظر تھا کہ کسی نہ کسی دن اسلام پھر زندہ ہوگا۔ چنانچہ

Scanned by CamScanner

۱۹۵۰ء سے مردہ عقائد میں پھر جان پڑنا شروع ہوئی جس کا مشاہدہ ۱۹۵۳ء میں مصنف کتاب نے بچشم خود کیا۔

واقعہ یوں ہوا کہ میں ۱۹۵۳ء میں ایک بین الاقوامی کانفرنس میں شرکت کرنے کے لئے قسطنطنیہ یعنی استنبول بھیجا گیا۔ جہاں سے انقرہ پہونچا اور انقرہ سے قونیہ کے لئے روانہ ہوا۔ چونکہ ریل کا راستہ بہت پیچیدہ تھا اس لئے میں نے بس کا سفر اختیار کیا۔ ایک خاتون اور اس کا نوجوان بیٹا میرا ہم سفر تھا جو اسی سال میڈیکل کالج میں داخل ہوا تھا۔ یہ خاتون انگریزی نہ جانتی تھی لیکن اس کا بیٹا خوب انگریزی بولتا تھا۔

چونکہ ہماری بس کی منزل مقصود قونیہ تھی اس لئے اس خاتون نے اپنے بیٹے کے ذریعہ مجھ سے پوچھا کہ آپ قونیہ کس غرض سے جا رہے ہیں؟ میں جانتا تھا کہ ترک مولانا کو مولانا کہتے ہیں اس لئے میں نے کہا کہ میں مولانا کے مزار کی زیارت کے لئے جا رہا ہوں۔ میری زبان سے لفظ مولانا نکلتے ہی خاتون کا چہرہ دمک اٹھا اور مجھ سے کہا کہ میں بھی وہیں جا رہی ہوں جہاں میں منت مانونگی

Digitized By M.A.B.

Scanned by CamScanner

کہ میرے بیٹے کی تعلیم بخیر و خوبی پایۂ تکمیل کو پہونچ جائے۔

یہ واقعہ میں نے اس بات کی دلیل میں بیان کیا ہے کہ قانون ترکوں کی مذہبی ذہنیت کو بدل نہ سکا اور نہ یہ مصطفےٰ کمال ہی کا مقصد تھا کہ ترک لامذہب ہو جائیں۔ وہ تو صرف ویسا ہی کچھ چاہتے تھے جو ہندوستان میں سرسید احمد خاں کا منشاء تھا (۱۸۱۷ء تا ۱۸۹۸ء)

اور جس کی خاطر انھوں نے ۱۸۷۵ء میں علی گڈھ کالج قائم کیا۔ ان پر بھی مصطفےٰ کمال کی طرح کفر کے فتوے لگائے گئے تھے۔ گویا جدید تعلیم اختیار کرنے کے معاملے میں ترک ہندی مسلمانوں سے اڑتالیس سال پیچھے تھے۔ البتہ مصطفےٰ کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ انھوں نے اپنے ملک کی پسماندگی کو ایک چھلانگ لگا کر دور کر دیا۔ ——— ایک ایسی چھلانگ جو سرسید کے بس کے باہر تھی اور جو صرف مصطفےٰ کمال ہی لگا سکتے تھے کیونکہ ان کو قدرت نے "یورپ کے مریض نیم جاں" کا مسیحا بنا کر بھیجا تھا۔

بنیادی تبدیلیاں

خلافت کے خاتمے کا جب ملک پر کوئی خاص اثر نہیں ہوا تو مصطفےٰ کمال نے وہ اصلاحات شروع کیں جن سے ان کی قوم کی ہیئت کذائی بالکل بدل گئی۔ یہ اصلاحات تین قسم کی تھیں۔

(۱) وہ اصلاحات جن کا تعلق گھریلو زندگی سے تھا۔

(۲) وہ تبدیلیاں جو علم و ادب سے متعلق تھیں۔

(۳) وہ اصلاحات جن کا اثر ترکوں کی ذہنیت پر پڑا۔

چونکہ پارلیمان میں اب ایک ترقی پسند جماعت بن گئی تھی اس لئے مصطفےٰ کمال کو اس جماعت کی حمایت حاصل ہوگئی۔ اس کے ممبر اب اپنی بیویوں کو بے نقاب نکالنے لگے تھے۔ ترک عورتیں یورپ کی طرح شوہروں

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

کے ساتھ بازاروں میں پھرنے لگی تھیں جو دراصل مصطفےٰ کمال کی بیوی لطیفہ کی تقلید تھی۔

مصطفےٰ کمال لطیفہ سے ترک عورتوں کی آزادی کے متعلق مشورے لیا کرتے کہ کس طرح ان کو آزاد کرنا چاہیئے اور لطیفہ گھر پر قابو حاصل کرنے کے بعد شوہر کی گرفت کرنے میں لگی ہوئی تھی۔ وہ ان کی ناہموار عادتوں کو درست کرنا چاہتی لہٰذا اس نے گھر کی صفائی کا اہتمام کیا بلکہ یوں کہیئے کہ مصطفےٰ کمال کو تمیز سکھانے کی کوشش کی۔ یہ سب باتیں لطیفہ نے والدین کے گھر میں سیکھی تھیں۔ ایکبار اس نے اصرار کیا کہ دعوتوں میں شوہروں کے ساتھ ان کی بیویوں کو بھی مدعو کیا جائے۔

مصطفےٰ کمال مغربی تہذیب کے دلدادہ تھے لیکن فطرتاً ان کی طبیعت سادہ تھی اور تصنع سے قطعاً ناآشنا۔ پھر بھی انھوں نے اپنے مہمانوں کے لئے لازمی کر دیا کہ دعوت کے موقع پر یورپین قسم کا مخصوص لباس طعام پہن کر آئیں۔

لطیفہ کا مزاج بعض باتوں میں مصطفےٰ کمال کی طبیعت سے میل نہ کھاتا۔ وہ شوہر کے برعکس ہر جگہ

Scanned by CamScanner

پہونچ جاتی اور ہر چیز میں کوئی نہ کوئی نقص نکالنے کی کوشش کرتی۔ وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے والدین کی بہت لاڈلی رہی تھی مگر اس کا سابقہ اس شخص سے پڑ گیا تھا جو اپنی قوم کا لاڈلا تھا لہٰذا لاڈلی اور لاڈلے میں نبھاؤ مشکل ہو رہا تھا۔ لطیفہ بدیشی نامہ نگاروں کو شوہر کی طرف سے بیانات بھی دے دیتی جو مصطفےٰ کمال کو ناگوار گزرتا۔

فکریہ پیرس میں زیر علاج تھی۔ وہیں اس کو مصطفےٰ کمال کی لطیفہ سے شادی کی خبر ملی اور وہ اپنے جذبۂ رقابت کو دبا نہ سکی۔ اس نے استنبول پہونچ کر مصطفےٰ کمال کو خط لکھا اور کسی مزید اطلاع کے بغیر ان کے پاس جا پہونچی جو اس وقت چانکیا میں تھے مگر اس کی ملاقات مصطفےٰ کمال سے نہ ہو سکی اور اس نے اپنے ایک دوست کے گھر جا کر خودکشی کر لی۔ یہ مصطفےٰ کمال کی زندگی کا تاریک پہلو ہے۔ پھر بھی اس کے کچھ اسباب تھے جو مصطفےٰ کمال کی کچھ نہ کچھ برئیت کر سکتے ہیں۔ بات یہ تھی کہ فکریہ ایک گھریلو لڑکی تھی جو مصطفےٰ کمال کے معیار پر پوری نہ اترتی جس کے برعکس لطیفہ یورپ کے

تہذیبی ارتقاء کی پروردہ تھی مگر اس میں بھی یہ عیب تھا کہ وہ شوہر پر حکومت کرنا چاہتی تھی۔

ترکی میں جمہوریت تو قائم ہوگئی تھی لیکن مصطفےٰ کمال کو بہت جلد احساس ہوا کہ ان کی قوم ابھی جمہوریت کے لئے تیار نہیں ہے کیونکہ اس کے لئے تعلیم ضروری تھی جس کی بہت کمی تھی لہذا انھوں نے سب سے پہلے اسی پر توجہ کی۔ حکومت اس وقت صرف ایک جماعت کے ہاتھ میں تھی جس کے سرغنہ خود مصطفےٰ کمال تھے مگر جمہوریت کے لئے ایک مخالف جماعت بھی ضروری تھی جو برسراقتدار جماعت پر نکتہ چینی کرتی اور اس کو حد سے نہ گزرنے دیتی لیکن عملاً ایسی کسی جماعت کی بجائے خوشامدی انھیں گھیرے ہوئے تھے لہذا مخالفوں نے سازشیں شروع کردیں حتیٰ کہ کاظم کارابکر اور علی فوا بھی مستعفی ہوگئے۔

فوج کے کئی جنرل بھی پارلیمان کے ممبر تھے جس کے معنی یہ تھے کہ فوج بھی سیاست میں داخل ہوگئی تھی جو اصول جمہوریت کے خلاف تھا اس لئے مصطفےٰ کمال نے فوجی ممبروں سے کہا کہ وہ لوگ یا تو فوج سے مستعفی ہوجائیں یا پارلیمان سے۔ لہٰذا چھ ممبروں

Scanned by CamScanner

میں سے چار نے پارلیمان کی ممبری سے استعفیٰ دے دیا۔ بقیہ دو نے ممبری کو ملازمت پر ترجیح دی۔

مستعفی شدہ جرنیلوں نے پارلیمان میں ایک حزب مخالف قائم کیا جس کا سرغنہ رؤف بے تھا اور جس نے اپنی جماعت کا نام "ترقی پذیر جمہوری جماعت" رکھا تھا۔ اس حزب مخالف کا مقصد مصطفےٰ کمال کو ہٹانا نہ تھا بلکہ برسر اقتدار جماعت کو لگام لگا کر حدود کے اندر رکھنا تھا۔ مغربی ممالک میں بھی حزب مخالف کا یہی مقصد ہوتا ہے۔ شروع میں مخالف جماعت کے تیس ممبر تھے اور اس کا صدر کاظم کارا بکر تھا۔ کاظم کارا بکر چاہتا تو اپنی جماعت کی تعداد قدامت پسند ممبروں کو داخل کر کے بڑھا سکتا تھا لیکن اس نے اس سے گریز کیا۔ ترکی میں یہ پہلی جماعت تھی جس کا مقصد حصول اختیارات کے بجائے اصلاح حکومت تھا۔

کاظم کارا بکر یہ بھی چاہتا تھا کہ صدر مملکت جماعت بندی سے الگ تھلگ رہے اور انتخاب کے وقت اپنے عہدے سے مستعفی ہو جائے۔ آئینی قوانین کو اس وقت تک نہ بدلا جائے جب تک عوام اس تبدیلی کا مطالبہ نہ کریں۔

Digitized By eGangotri

Scanned by CamScanner

مصطفےٰ کمال حزب اختلاف کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے تھے جس کے لئے انھوں نے یہاں تک کیا کہ عصمت سے استعفیٰ دلا دیا اور اس کی تندرستی خراب ہونے کا بہانہ کر دیا۔

گھریلو زندگی میں انقلاب

مصطفےٰ کمال کو جب یقین ہو گیا کہ اب جمہوریت خطرے سے باہر ہے تو انھوں نے اصلاحات پر توجہ کی۔

ترکستان میں اسلام کی اشاعت صوفیوں کی رہین منت تھی لہٰذا ترکوں کی اکثریت درویشوں کی بہت معتقد تھی اور اس لئے ترک بہ نسبت دوسری مسلمان قوموں کے ہمیشہ سے زیادہ روادار رہے۔ وہ عیسائیوں سے برادرانہ سلوک کرتے۔ ان کے مذہب میں کبھی دخل نہ دیتے اور بکتاشی درویشوں کا حلقہ تو شروع ہی سے مصطفےٰ کمال کا حامی تھا کیونکہ ان درویشوں پر بہ نسبت دیگر سلسلۂ درویشاں ترکیت زیادہ غالب تھی البتہ سیاسی معاملات میں وہ کبھی کبھی مرکزی حکومت کی مخالفت کرتے تھے۔

بکتاشی درویشوں نے بلاشبہ مصطفےٰ کمال کا ساتھ دیا

تھا مگر مصطفےٰ کمال اس کے باوجود درویشی سلسلوں کی طرف سے مشتبہ تھے اور چونکہ اب نئی حکومت پر کوئی مذہبی رنگ نہ تھا اس لئے انھیں خدشہ پیدا ہوا کہ کسی نہ کسی دن یہ درویش حکومت کے خلاف بغاوت کریں گے۔ چنانچہ اگست ۱۹۲۵ء میں انھوں نے ان درویشی سلسلوں کے خلاف مہم شروع کی۔ تکیوں اور خانقاہوں کو بند کرنے کا قانون نافذ کردیا اور پیروں اور مشائخ کا شمار جادوگروں اور فال گووں میں ہونے لگا۔ قبروں کی پرستش ممنوع قرار دے دی گئی۔ جو ممبران پارلیمان ان خانقاہوں اور تکیوں سے وابستہ تھے، انہوں نے اس کی مخالفت کی لیکن مصطفےٰ کمال نے ایسے ممبروں کو فرداً فرداً سمجھا دیا کہ تکیے اور خانقاہیں دس سال بعد پھر کھل جائیں گے۔ مصطفےٰ کمال ان فروعات کے خلاف ضرور تھے لیکن مذہب کے مخالف ہرگز نہ تھے۔ ان کو یقین تھا کہ دس سال میں مزاروں کا اثر اس حد تک ختم ہو جائے گا کہ دوبارہ قائم ہونے کا امکان ہی نہ رہے گا۔ تکیوں اور خانقاہوں کو بند کرنے سے ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ اس قسم کے ادارے سیاسی سازشوں میں نہ پڑنے پائیں اور حکومت

Scanned by CamScanner

کے کاموں میں حائل نہ ہوں۔

ترکی ٹوپی اور کلپاک کے خلاف مہم

تکیوں اور خانقاہوں کے بعد انھوں نے اپنی توجہ ٹوپی کی طرف مبذول کی۔ یہ ٹوپی جس کو ترکی کہا جاتا ہے اس کا رواج ترکوں نے یونانی عیسائیوں سے لیا تھا لیکن صدیوں سے ترک اس کے عادی ہو گئے تھے لہذا اس کو اپنا قومی نشان سمجھنے لگے تھے اور اب اس ٹوپی نے عمامے کی جگہ لے لی تھی۔ مصطفےٰ کمال جوانی ہی سے یورپین قسم کے ہیٹ کے حق میں تھے جس کو ترک اپنی زبان میں شپکا کہتے۔ انھوں نے ٹوپی کی مہم کستامونو کے علاقے سے شروع کی جو قدامت پسندی کا گڑھ تھا اور جس نے مصطفےٰ کمال کے انقلاب میں بھی بڑا حصّہ لیا تھا۔

ٹوپی کے ساتھ ساتھ انھوں نے لباس کا مسئلہ بھی اٹھایا۔ اس وقت تک ترکوں اور خصوصاً دیہاتی ترکوں کے کپڑوں کا جزو اعظم شلوار تھی۔

مصطفےٰ کمال نے انگریزی پتلون کو شلوار پر ترجیح دی اور اس کا استدلال یہ کیا کہ پتلون میں کپڑا کم لگتا ہے۔

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

بطور تمہید انھوں نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا ہمارا موجودہ لباس یکساں اور قومی قسم کا ہے؟ جواب ملا کہ نہیں، ہمارا لباس نہ یکساں ہے اور نہ قومی۔ اس کے بعد انھوں نے سوال کیا کہ کیا ہمارا لباس بین الاقوامی ہے؟ اس کا جواب بھی نفی میں دیا گیا تو انھوں نے کہا کہ ہمارا لباس نہ قومی ہے اور نہ بین الاقوامی۔

لوگ قائل ہو چکے تھے اور بات کہنے کا محل پیدا ہو چکا تھا اس لئے مصطفےٰ کمال کہہ گزرے کہ دنیا ہمارے بھونڈے لباس پر ہنستی ہے۔ اس لئے اب ہمیں قمیص پتلون اور بوٹ پہننا چاہیئے اور سروں پر ہیٹ لگانا چاہیئے تاکہ ہم وضع قطع سے بھی یورپ میں پیچھے نظر نہ آئیں۔ اس کے بعد جب وہ انقرہ واپس آئے تو جن لوگوں نے ان کا استقبال کیا ان کے سروں پر ہیٹ تھے۔ آہستہ آہستہ اعلیٰ طبقے کے تمام ترک ہیٹ پہننے لگے۔

پھر مصطفےٰ کمال نے یورپین لباس کے حق میں ایک قانون بھی نافذ کیا جس کی رو سے سرکاری ملازموں کے لئے یورپین لباس لازمی ہو گیا اور ترکی ٹوپی پہننا جرم قرار دے دیا گیا۔ شروع میں ہیٹ بنانے کے کارخانے نہ تھے اس لئے اکثر لوگ ننگے سر پھرتے تھے۔

جب اس قسم کے کارخانے قائم ہوگئے تو سب لوگوں نے ہیٹ پہننا شروع کر دیا۔ البتہ ترکی کے مشرقی علاقوں میں اس تبدیلی کے خلاف بغاوت کے آثار نظر آئے لیکن حکومت ایسی بغاوت کو کچلنے کے لئے پہلے سے تیار تھی۔

ترک عورتوں کی آزادی

نوجوان ترک جماعت عورتوں کی آزادی کے معاملے میں پہلے ہی کسی قدر ہموار ہو چکی تھی۔ اناطولیہ کے کسانوں میں تو پنجاب کے کسانوں کی طرح شروع ہی سے پردہ نہ تھا اور تعلیم نسواں کے لئے مدارس کھل چکے تھے لیکن قسطنطنیہ جیسے شہروں میں اب بھی بہت سخت پردہ ہوتا تھا اور دارالحکومت میں تو یہ حال تھا کہ کوئی عورت شوہر کے ساتھ بھی گاڑی میں یا سڑکوں پر نہ نکل سکتی۔ لڑکیوں کے مدرسوں میں اگر کوئی مرد مدرس ہوتا تو وہ زنخا ہوتا کیونکہ ترکی میں زنخوں کا رواج شروع ہی سے بہت تھا۔

ترکی میں برقعے کی بجائے چارشف کا رواج بھی شروع ہو گیا تھا۔ جو رومال کی صورت میں ہونا اور

Scanned by CamScanner

جس کو سر پر باندھ لیا جاتا تھا۔ مصطفےٰ کمال نے بطور آزمائش اساتذہ کا ایک جلسہ کیا جس میں استانیوں کو بھی بلایا گیا یہ استانیاں مردوں سے علیحدہ بیٹھیں مصطفےٰ کمال نے ازراہِ احتیاط اب تک پردہ ختم کرنے کا کوئی اشارہ نہ کیا تھا بلکہ اس کے لئے راستہ ہموار کر رہے تھے۔ آخر انھوں نے یہ مہم سمرنا سے شروع کر دی جہاں کے ترک عیسائی اور غیر مسلم عورتوں کو بے نقاب دیکھنے کے کسی قدر عادی تھے۔ اس مقام پر ایک محفل رقص منعقد کی گئی۔ جو سارے ملک میں پہلی محفلِ رقص تھی اور جس میں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتیں بھی شریک تھیں۔ اس محفل میں صرف مسلمان مدعو کئے گئے تھے۔ مصطفےٰ کمال نے گورنر کی بیٹی کے ساتھ رقص کر کے محفل کی ابتداء کی —— ترکی میں یہ پہلا موقع تھا کہ ایک عورت کسی مرد سے متصل ہو کر ناچ رہی تھی۔

اس کے بعد استنبول میں اس کا رواج ہوا لیکن انقرہ میں جب مصطفےٰ کمال نے جمہوری حکومت کے قیام کا سالانہ جشن منعقد کیا تو محفل کے شروع ہی میں انھوں نے دیکھا کہ چند فوجی افسر وردی پہنے خاموش

Digitized By M.M.B.

Scanned by CamScanner

کھڑے ہیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ عورتوں نے ان کے ساتھ ناچنے سے انکار کر دیا ہے۔ اس پر مصطفےٰ کمال نے علی الاعلان کہا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ دنیا کی کوئی عورت وردی میں ملبوس ترکی افسر کے ساتھ ناچنے سے کس طرح انکار کر سکتی ہے"!

یہ سن کر تمام خواتین فوراً اٹھ کر ناچنے لگیں۔

ترکی کی عورت اب پہلی جیسی نہ رہی تھی۔ اس نے مختلف پیشے اختیار کرنا شروع کر دئے تھے اور سیاست میں بھی حصّہ لینے لگی تھی —— یہ ایک عجیب بات تھی کہ لطیفہ اس قسم کی محفلوں میں شریک نہ ہوتی تھی حالانکہ وہ بچپن ہی سے بے پردہ رہی تھی۔

ترکوں میں ایک مثل مشہور ہے کہ کنوارا مرد سلطان ہوتا ہے۔ مصطفےٰ کمال سے ان کے بعض دوستوں نے پوچھا کہ آپ نے شادی کیوں کر لی؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں شادی نہ کرتا تو مجھے دوسروں کی بیویوں کو بے نقاب کرانے کا حق کیونکر پہنچتا!

الغرض لباس میں تبدیلی اور پردے کے خاتمے سے ترکوں کی گھریلو زندگی میں ایک انقلاب واقع

Digitized By M.A.M.B.

Scanned by CamScanner

ہوگیا جس کے اثرات آج تک باقی ہیں کیونکہ کوئی تبدیلی بغیر زندگی پر اثر ڈالے رونما نہیں ہوسکتی۔

علم و ادب میں تبدیلیاں

حکومت کا سرکاری مذہب اسلام تھا۔ لیکن آئین حکومت سے یہ دفعہ نکال دی گئی اور اب ترکی خالص دنیاوی حکومت بن گئی تھی۔ عقائد کو ذاتی فعل قرار دیا گیا تھا۔ پھر بھی ترکوں کا ایک ربط عالم اسلام سے باقی تھا، وہ ربط جو حروف تہجی کی شکل میں تھا۔ ترکی زبان کا رسم الخط اب بھی عربی تھا۔ جن کی اصلاح کا مسئلہ ترکوں کے لئے نیا نہ تھا۔ گزشتہ سو سال میں یکے بعد دیگرے کئی تحریکیں اُٹھ چکی تھیں کیونکہ ترکی زبان میں بعض آوازیں ایسی تھیں جن کو عربی حروف کے ذریعہ ادا نہ کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ ملک میں دو قسم کی زبانیں رائج ہوگئی تھیں۔ اول وہ جو اہل علم ترک لکھتے لیکن یہ زبان بولی نہ جاتی تھی۔ دوم وہ زبان جو عوام میں رائج تھی لیکن اس کو لکھا نہ جاسکتا تھا۔ اس لئے اس زبان کے بولنے والے عوام کتابیں پڑھنے سے

Digitized By M.M.B.

Scanned by CamScanner

محروم تھے لیکن اب حکومت عوام کے ہاتھ آگئی تھی لہٰذا وہ لکھنے پڑھنے سے محرومی کیوں برداشت کرتے!

ایک مثال یہ بھی تھی کہ ایک عرصے سے یورپ اور ترکی کا چولی دامن کا ساتھ رہا تھا جہاں کی زبانیں لاطینی حروف میں لکھی جاتی تھیں۔ ۱۹۲۶ء میں روسیوں نے اپنے تمام تاتاری اور ترکی علاقوں میں لاطینی حروف رائج کردئے تھے۔ روس کے ان علاقوں میں اس تبدیلی کے معنی یہ ہوئے تھے کہ اب ترکی نسل کے لوگ ایک دوسرے سے بیگانہ ہوگئے تھے۔ انور پاشا نے اتحاد توران کی ایک تحریک چلائی تھی اور اسی اتحاد کو قائم رکھنے کے سلسلہ میں انور پاشا کی موت واقع ہوئی تھی۔ مصطفےٰ کمال نے جب یہ تحریک چلائی تو ترکی کے اکثر لوگ اس میں دل وجان سے شریک ہوگئے اور مصطفےٰ کمال نے حروف کی تبدیلی کا آغاز ڈاک کے ٹکٹوں سے کردیا۔

وہ چاہتے تھے کہ لاطینی حروف اس وقت اختیار کئے جائیں جب تمام ملک متفقہ طور پر اس تبدیلی پر راضی ہوجائے اس لئے لاطینی حروف کا رواج ۱۹۲۸ء تک ملتوی کرنا پڑا۔ اس عرصے میں ترکی زبان کے لئے

Scanned by CamScanner

حروف تیار کر لئے گئے۔ اس کام کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا گیا۔ مصطفےٰ کمال خود اس کمیشن کے اجلاس میں شریک ہوتے ـــــ حروف کے اجراء کے لئے انھوں نے شہر استنبول کو منتخب کیا جہاں دو سال پہلے ان کا مجسمہ نصب کیا جا چکا تھا۔ اجراء کے وقت انھوں نے جو تقریر کی اس کا مسودہ لاطینی حروف میں تھا۔

مصطفےٰ کمال کا دعویٰ تھا کہ ترکی زبان کے لئے لاطینی حروف ضروری ہیں۔ ان حروف کو سکھانے کے لئے مدرس مقرر کئے گئے اور بعض مقامات پر مصطفےٰ کمال نے خود مدرسی کے فرائض انجام دئے۔ وہ خوب جانتے تھے کہ ان حروف کے پوری طرح رائج ہونے میں کافی عرصہ لگے گا کیونکہ مدرسوں کے لئے نئے حروف میں کتابیں تیار کرنا آسان کام نہ تھا، پھر بھی تین مہینے بعد یہ حروف رائج کر دئے گئے مگر اخباروں کو یہ دقت پیش آئی کہ چھپائی کرنے کے لئے ان کے پاس کاریگر نہ تھے۔

تعلیم کا کام پوری تیزی سے جاری تھا۔ مصطفےٰ کمال نے ممبران پارلیمان کو اپنے اپنے حلقوں میں متعین کیا کہ وہ بھی اسی طرح عوام کو نئے حروف سکھائیں۔ نومبر ۱۹۲۸ء

میں اس تبدیلی کے لئے ایک قانون نافذ کیا گیا۔ جگہ جگہ مدرسے قائم کئے گئے اور ایک سال کے اندر دس لاکھ ترکوں نے نئے حروف سیکھ لئے۔ ان دس لاکھ نے حروف سیکھ کر اپنے والدین اور دوستوں کو سکھائے اور اس طرح ترکی نئے رسم الخط سے مانوس ہوتا رہا۔

حروف کی تبدیلی کے بعد مصطفےٰ کمال نے زبان پر توجہ کی۔ گو ترکی زبان کی اپنی ایک علیحدہ حیثیت تھی لیکن الفاظ کے معاملے میں وہ بھی اردو ہی کی طرح عربی اور فارسی کی دریوزہ گر رہی تھی۔ ترکوں کا ایک طبقہ چاہتا تھا کہ عربی اور فارسی الفاظ ترکی زبان سے یکسر خارج کر دئے جائیں لیکن دوسرا طبقہ جو حقیقت شناس تھا یہ چاہتا کہ صرف وہ عربی اور فارسی الفاظ خارج کئے جائیں جن کے ہم معنی الفاظ ترکی زبان میں موجود ہیں۔

مصطفےٰ کمال چونکہ عالم نہ تھے اس لئے انھوں نے اس مسئلے کو طے کرنے کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی۔ اس کمیٹی کے ممبروں میں بھی یہی اختلاف پیدا ہوا۔ اصل بات یہ تھی کہ ترکوں کی زبان میں اصل ترکی زبان کے الفاظ کی پونجی نہایت محدود تھی اس لئے ترکی

Digitized By M.A.M.B.

Scanned by CamScanner

ادیبوں اور شاعروں کو فارسی اور عربی الفاظ سے کام لینا پڑتا تھا۔

اب مصطفےٰ کمال نے متعدد لغات جمع کر کے خود تحقیق شروع کر دی اور جہاں تک ممکن ہوا ہر خواندہ ترک سے تبدیلیٔ زبان کے بارے میں مشورہ کیا تاکہ ان الفاظ کو معلوم کیا جائے جو خالص ترکی تھے۔ جب ان الفاظ کو یکجا کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ترک خود ان الفاظ کو سمجھنے سے معذور ہیں کیونکہ یہ الفاظ ترکوں کے لئے بھی بدیشی تھے۔ اس لئے یہ طے کرنا پڑا کہ عربی اور فارسی الفاظ کو خارج نہ کیا جائے۔ اگر کوئی بدیسی لفظ ترکی زبان کے لئے ضروری ہو تو اس کو توڑ مروڑ کر ترکی جامہ پہنایا جائے۔ ان اصلاحات سے ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ تحریری اور بولنے والی زبان میں جو فرق تھا وہ ایک حد تک دور ہو گیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ غیر مانوس اور کرخت یورپین زبانوں کے الفاظ بھی ترکی زبان میں داخل ہو گئے جس کی ایک مثال یہ ہے:-

لفظ بین الاقوامی کی جگہ انٹرنیوسنل اور لفظ اطلاعات کی جگہ فرانسیسی لفظ کو توڑ مروڑ کر انفورمیسوں

Scanned by CamScanner

کر دیا گیا۔ اسی طرح فرانسیسی لفظ بیورو کو بدل کر بروسو بنا لیا گیا۔

دوسرا مسئلہ تاریخ سے متعلق تھا۔ مصطفےٰ کمال ایچ۔ جی۔ ویلز کی تاریخ موسومہ "خاکہ تاریخ" کے اتنے گرویدہ تھے کہ انھوں نے اس کے ترکی زبان میں ترجمہ کا حکم دے دیا۔ اس کے بعد ہدایت کی کہ اسی طرز پر ترکوں کی تاریخ لکھی جائے جس کا نام "ترکی تاریخ کا خاکہ" ہو۔

چونکہ تاریخ انسانی خیالات پر گہرا اثر ڈالتی ہے اس لئے مصطفےٰ کمال ان مورخوں کے خلاف تھے جو اپنی تاریخوں میں تصادم مشرق و مغرب پر زور دیتے۔ وہ چاہتے تھے کہ ترکوں کی تاریخ ایک ایسے طرز پر لکھی جائے کہ ترکوں کی تاریخ بھی تاریخ عالم پر منطبق ہو جائے اور ایسا محسوس نہ ہو کہ ترک بلائے بے درماں کی طرح دنیا پر نازل ہو گئے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ اپنی تاریخ کو پڑھ کر ترکوں میں وطنیت کا جذبہ پیدا ہو و نیز یہ بھی ثابت کیا جائے کہ ترک ہمیشہ مشرق کے نہیں بلکہ مغرب کا جزو رہے ہیں کیونکہ مصطفےٰ کمال مغربی تہذیب کے بڑے مداح تھے۔

اس قسم کی تاریخ لکھوانے کے لئے انھوں نے انقرہ میں ۱۹۳۲ء میں ترکی تاریخی کانگریس کے نام سے ایک جلسہ منعقد کیا۔ جس میں ممتاز ترک اور مغربی مورخوں نے شرکت کی کانگریس کو مخاطب کرکے انھوں نے کہا کہ ترکوں کی تاریخ یہ بتائے گی کہ ترک منگولی نہیں بلکہ گوری آریا قوم ہیں جو وسط ایشیا سے آئے جہاں تمام تہذیبیں پیدا ہوئیں۔ اس نظریے کو ثابت کرانے سے ان کا مقصد یہ تھا کہ نسل اور ملک میں تطابق پیدا ہو جائے اور ترکوں کو قوم پرستی کا جواز مل جائے۔

ذہنی اصلاحات

ترکی کی تمام تبدیلیاں غیر محسوس طریقہ پر عوام کی ذہنیت پر اثر انداز ہوئیں۔ ان میں سے سب سے بڑی تبدیلی لاطینی حروف کا اختیار کرنا تھا۔ ترکی زبان کا رسم الخط عربی تھا۔ اس رسم الخط کی وجہ سے ترک اپنے آپ کو مشرق کا جزو سمجھتے تھے لیکن جب ان کی زبان لاطینی حروف میں لکھی جانے لگی تو ان کو محسوس ہوا کہ اب وہ جزو مغرب ہیں۔ اس احساس سے ترکوں کے وہ تمام تعصبات

Digitized By MYNA

Scanned by CamScanner

غائب ہو گئے جو صدیوں سے ان کے دل میں مغرب یعنی یورپ کے خلاف جاگزیں تھے جن کی وجہ سے وہ یورپ کی ہر چیز کو مشتبہ نظر سے دیکھتے تھے۔ گویا صرف ایک عمل نے ترکوں کی ذہنیت پر جو تالے لگے ہوئے تھے ان کو توڑ دیا اور صدیوں کے تعصبات آن واحد میں غائب ہو گئے۔ پہلے وہ ہر مغربی چیز کو اختیار کرنے سے گھبراتے اور ڈرتے تھے، اب وہ مغرب کی ہر چیز پر فخر کرنے لگے۔

اس تفاخر کو جس چیز نے زیادہ مستحکم کیا وہ یورپین لباس تھا۔ لباس کی تبدیلی بادی النظر میں ایک معمولی بات تھی لیکن چند ہی سال کے فصل سے جب لاطینی حروف رائج ہوئے تو لباس کی تبدیلی نے غیر معمولی پہلو اختیار کر لیا۔

دوسری بات جس نے ترکوں کی ذہنیت بدلنے میں بڑی مدد دی عورتوں کی آزادی تھی مصطفےٰ کمال کی بیوی لطیفہ نے اس معاملے میں بڑی مدد کی۔ وہ ترک عورتوں کے لئے ایک نمونہ بن گئی

Digitized By M.Z.M.B.

Scanned by CamScanner

اور خواتین ہر معاملے میں اس کی تقلید کرتے لگیں۔ لطیفہ چونکہ اب تک بے اولاد تھی اس لئے مصطفےٰ کمال نے یتیم لڑکیوں کو متبنیٰ کرنا شروع کیا تاکہ اس کی طرح اس کا گھر بھی قوم کے لئے قابل تقلید ہو جائے۔ وہ اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ ان لڑکیوں کو متبنیٰ کر چکے تھے جن کے باپ جنگ آزادی میں مارے گئے تھے لیکن ایسی لڑکیوں کو انھوں نے ان کی ماؤں کے حوالے کر دیا تھا اور وہ صرف ان کا خرچ برداشت کرتے تھے۔ لیکن اب انھوں نے عفّت نامی جس لڑکی کو متبنیٰ کیا اس کو خود اپنے گھر میں رکھا تاکہ وہ اس لڑکی کی تربیت مغربی دستور کے مطابق کر سکیں۔

یہ لڑکی اگلی زندگی میں بروفیسر ہوئی۔ مصطفےٰ کمال کی جب لطیفہ سے علیحدگی ہوئی تو اسی عفّت نے مصطفےٰ کمال کے گھر کو سنبھالا۔ غیر ملکوں کے سفیر اور وزیر جب ان سے ملنے آتے تو یہ لڑکی میزبان کے فرائض انجام دیتی تھی۔

ترکوں میں ایک تغیر ناموں کے سلسلے میں

Scanned by CamScanner

بھی رونما ہوا۔ ہندی مسلمانوں کی طرح ترکوں میں کوئی "خاندانی نام" نہ تھا۔ اگر باپ کا نام عبدالحمید ہے تو بیٹے کا نام رشید احمد ہوتا۔

مصطفےٰ کمال نے خاندانی ناموں کے رواج کی بسم اللہ عصمت سے کی اور اس کے نام کے ساتھ انونو لگا دیا کیونکہ وہ معرکۂ انونو کا فاتح تھا۔ محمود جلال کو "بیار" (بلند) خاندانی نام دیا گیا۔ یہ سب مصطفےٰ کمال کی اختراعات تھیں۔

پرانے ترکی القاب یعنی پاشا، بے، آفندی، خانم وغیرہ کا باضابطہ خاتمہ کر دیا گیا۔

انگریزوں میں بیوی مسز اور فرانسیسوں میں مدام کہلاتی تھی اور اسی طرح مرد مسٹر یا موسیو کہے جاتے۔ مصطفےٰ کمال نے ترکی مردوں کو بے اور بیوی کو بایان کا لقب دیا۔

مثال قائم کرنے کے لئے انھوں نے خود اپنا لقب غازی اور پاشا ترک کیا اور اپنے کو کمال اتاترک (بمعنی پدر ترکاں) کہنا شروع کر دیا۔

واقعی یہ مرد میدان ترکوں کا باپ تھا جس نے ترکوں کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو ساحل بکنار

کر دیا اور انھیں سارے مشرق کے لئے ہمت
جرأت اور استقلال کا ایک نمونہ بنا دیا۔
یہ مصطفےٰ کمال ہی کا دم تھا جن کی بدولت
مغربی غاصبوں کو مشرق اور افریقہ سے دوسری
جنگ عظیم کے بعد فرار ہونا پڑا۔ اس لئے مصطفےٰ کمال
کو بانیٔ آزادیٔ مشرق بھی کہا سکتا ہے۔
ان کارناموں کی وجہ سے ترکی میں ان کے متعلق
کتنے ہی افسانے گڑھ لئے گئے۔ وہ کسی بچّے سے
مصافحہ کر لیتے تو بچّہ اپنا ہاتھ نہ دھوتا کہ مبادا
مصطفےٰ کمال کے ہاتھ کی برکت دھل جائے۔ کسی
نے ایک ضعیف کسان عورت سے اس کی عمر پوچھی
تو اس نے جواب دیا۔" صرف سترہ سال کیونکہ میں
نے اپنی پیدائش کا شمار اس دن سے کیا ہے جس
دن سے مصطفےٰ کمال کو پہلی مرتبہ جنگ آزادی کے
دوران دیکھا تھا"!
ترکی اب بھی مسلمان تھا مگر اس کا نیا مسلک
مصطفےٰ کمال کے اقوال سے مرتب ہوا تھا۔ اب وہ تقدیر
کے بجائے تدبیر اور جدوجہد کا قائل تھا اور اپنے کو
مستقبل کا معمار تصور کرتا تھا۔

Digitized By eGangotri

Scanned by CamScanner

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

کمال اتاترک کے آخری کارنامے

مصطفےٰ کمال فطرتاً ایک سپاہی تھے اور اس بات کے عادی کہ چند دنوں میں لڑائی کا نتیجہ نکل آئے لیکن انھوں نے جب میدان سیاست میں قدم رکھا اور اپنی قوم کی ذہنیت سمجھ میں آئی تو ان کو پتہ چلا کہ قومیں آہستہ آہستہ استوار ہوتی ہیں جس سے انھیں بڑا صدمہ ہوا کہ اپنے عمل کا نتیجہ وہ فوری طور پر حسب دل خواہ نکال نہیں سکتے۔

سنہ ۱۹۲۳ء میں انھیں قلب کا دورہ پڑ چکا تھا۔ پھر بھی انہوں نے کوئی احتیاط نہیں کی اور ان کے قلب کی حالت بد سے بدتر ہوتی رہی۔

Digitized By eGangotri

Scanned by CamScanner

دماغی توازن بھی متاثر ہوگیا - کبھی وہ ایک بات کہتے فوراً ہی اس کو رد کر دیتے - ان کی قوت حافظہ بھی اب زائل ہونے لگی تھی - چھوٹی چھوٹی باتوں پر غصّہ آجاتا - ایک موقع پر تو ایک ممبر پارلیمان رشید غالب وزیر تعلیم کے نکتہ چینی کرنے سے اتنے ناراض ہوئے کہ اس کو باہر نکلوا دیا لیکن چند ہی مہینے بعد اسی رشید غالب کو وزیر تعلیم مقرر کر دیا۔

آخر ان کی صحت گرتے گرتے اتنی خراب ہوگئی کہ رات کو سو نہ سکتے اور نیند نہ آنے سے پریشان ہو جاتے - آدھی رات کو اپنے دوستوں بلکہ بعض اوقات اجنبیوں کو اپنی آرام گاہ میں بلا لیتے یا خود جاکر ان کو جگا لاتے - لطیفہ سے علیحدگی ہوچکی تھی اس لئے اب کوئی ہمراز بھی نہ رہا تھا۔

اس زمانے میں انھوں نے جوان لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی کرانا شروع کر دی تھی اور اس طرح اپنا دل بہلاتے رہتے - وہ اس بات سے بہت خوش ہوتے کہ ان کے اولاد نہیں تھی کیونکہ ان کو اندیشہ تھا کہ اگر لڑکا ہوتا تو ان کا جانشین بن کر سلاطین کی طرح خاندانی حکومت کا سلسلہ قائم کر دیتا۔

Scanned by CamScanner

بعض اوقات تنہائی سے تنگ آکر وہ اپنے اردگرد بچوں کو جمع کر لیتے اور ان سے سوالات کر کے اپنا غم غلط کرتے رہتے۔ یہ سوالات اکثر نپولین یا سکندر اعظم کے بارے میں ہوتے۔ سکندر ان کا ہم وطن مقدونی تھا لیکن وہ اس کو قابل تعریف قرار نہ دیتے کیونکہ سکندر نے اپنے ملک کے بجائے دور دراز ملکوں پر توجہ کی تھی اور تمدن کو برباد کیا تھا۔ اکثر وہ اس پر فخر کرتے کہ انھوں نے ایسی غلطی نہیں کی۔

چونکہ مصطفےٰ کمال یورپ کے گرویدہ تھے اس لئے انھوں نے ہمیشہ یورپ کے ملکوں سے خوشگوار تعلقات پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔ ان کی پیش بین نگاہ دیکھ رہی تھی کہ دوسری عالمگیر جنگ کسی نہ کسی دن چھڑ کر رہے گی اس لئے وہ چاہتے تھے کہ لڑائی چھڑنے سے قبل ان کا رشتہ یورپ سے مضبوط ہو جائے تاکہ مسولینی ایشیا اور افریقہ فتح کرنے کا جو خواب دیکھ رہا ہے، ترکی اس کی لپیٹ میں نہ آنے پائے۔

ایک دن ان کی ملاقات سفیر البانیہ سے ہوئی جو

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

ترکی میں تعینات تھا تو انھوں نے اس کو آگاہ کیا کہ مسولینی تمہارے ملک کو ہضم کرنا چاہتا ہے۔ پھر سفیر اٹلی کو مخاطب کرکے کہا کہ اٹلی کے طلباء نے ترکی سفارت خانے کے سامنے مظاہرہ کیا ہے اور الطالیہ پر اٹلی کا حق ظاہر کیا ہے۔ ایک لمحے کے توقف سے پھر بولے وہ بڑے شوق سے اپنی فوج الطالیہ میں اتار دے۔ ہم اس کے لئے تیار رہیں الطالیہ اسی کا ہوگا جو فریق جیتے گا۔ اس پر اٹلی کے سفیر نے پوچھا کہ کیا آپ کی طرف سے یہ اعلان جنگ ہے؟ مصطفےٰ کمال نے جواب دیا کہ نہیں۔ اس وقت تو میں صرف ایک شہری ہوں۔ جنگ کا اعلان تو صرف پارلیمان ہی کر سکتی ہے لیکن یہ یاد رکھئے کہ اگر ایسا موقع آگیا تو ہماری پارلیمان مجھ جیسے باشندے کا لحاظ ضرور کرے گی اور وہی ہوا کہ جب اٹلی نے حبشہ پر حملہ کیا تو ترکی نے لیگ آف نیشنز کے ممبر کی حیثیت سے دیگر حکومتوں کا اٹلی کے خلاف کارروائی کرنے میں ساتھ دیا۔ حکومت برطانیہ سے مصطفےٰ کمال کے تعلقات بہت اچھے تھے۔ ان کو

Scanned by CamScanner

معلوم تھا کہ برطانیہ اپنے بیڑے کی وجہ سے بحیرۂ روم میں غالب ہے اور درۂ دانیال کا واسطہ بھی بحیرۂ روم سے تھا اس لئے برطانیہ کی خواہش تھی کہ بحالت جنگ درۂ دانیال محفوظ رہے۔

برطانیہ، اٹلی کے حبشہ پر حملے سے پریشان تھا کہ جرمنی نے اپنے علاقے رائن لینڈ کو بھی زبردستی واپس لے لیا۔ اس لئے برطانیہ کو اندیشہ پیدا ہوگیا کہ ترک اس گڑبڑ سے فائدہ اٹھا کر کہیں درۂ دانیال پر بین الاقوامی نگرانی کو ختم نہ کر دیں لیکن مصطفےٰ کمال صلح نامہ لوزین کا احترام کرتے رہے جس سے برطانیہ بہت خوش ہوا۔ ایک دوسرا خطرہ برطانیہ کو یہ تھا کہ پہلی عالمگیر جنگ کی طرح مبادا ترکی جرمنی سے مل جائے۔ اس لئے برطانیہ نے تجویز کیا کہ درۂ دانیال ترکوں کے قبضے میں دے دیا جائے تاکہ اٹلی کے ہاتھ نہ پڑ سکے۔ چنانچہ بمقام مونٹرے ایک کانفرنس منعقد کی گئی جس میں اٹلی شریک نہیں ہوا۔ اس کانفرنس میں جو فیصلہ کیا گیا وہ ترکی کی خواہش کے مطابق تھا۔ ترکی کو اجازت دے دی گئی کہ وہ درہ دانیال اپنے فوجی نظام میں لے لے۔ بین الاقوامی کمیشن ختم

Scanned by CamScanner

کر دیا گیا۔ گویا اب ترکی درۂ دانیال پر اسی طرح مسلط ہو گیا تھا جس طرح اپنے سامراج کے زمانے میں تھا۔ اس کے بعد تیس ہزار ترکی فوج فوراً وہاں پہونچ گئی۔

سنہ ۱۹۳۶ء میں ایڈورڈ ہشتم نے ترکی کا نجی دورہ کیا اور مصطفےٰ کمال سے ملاقات کی۔ ترکی اس زمانے میں جرمنی سے قرضہ لینے کی بات چیت کر رہا تھا۔ اس لئے ضروری تھا کہ برطانیہ ترکوں کی خوشنودی حاصل کرے تاکہ ترکی جرمنی کے پنجے میں نہ پڑنے پائے۔ تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ تاجدار برطانیہ ترکی آیا تھا۔ مصطفےٰ کمال ایڈورڈ ہشتم سے ملنے کے لئے استنبول پہونچے۔ برطانوی جہاز دولما باغچی محل کے پاس لنگر انداز ہوا۔ راستے میں ترکی اور برطانوی جھنڈے پہلو بہ پہلو لہرا رہے تھے اور اتحاد کا ایک منظر پیش کر رہے تھے۔ اب وہ فضا ختم ہو گئی جو پہلی جنگ میں ترکی کے جرمنی کا ساتھ دینے سے پیدا ہوئی تھی۔

فرانس سے تعلقات

برطانیہ اور ترکی کے تعلقات مستحکم کرنے کے

Scanned by CamScanner

بعد مصطفٰے کمال نے فرانس سے رجوع کیا۔ صلحنامہ لوزین کے مطابق ترکی کے مقبوضات صوبۂ اسکندروں اور صوبۂ حاطے فرانس کو دے دئے گئے تھے حالانکہ ترکی کا دعویٰ تھا کہ صوبۂ اسکندروں کی آبادی میں ترکوں کی اکثریت تھی۔ اس کے علاوہ شہر اسکندروں ساحل بحیرۂ روم پر واقع تھا۔ اسکندروں کی بندرگاہ ہی ترکی کی دیگر بندرگاہوں سے اچھی حالت میں تھی۔ حاطے اور صوبۂ اسکندروں کی سرحدیں شام سے ملحق تھیں اور شام فرانس کے حصّے میں آچکا تھا۔

۱۹۳۶ء میں جب فرانس نے شام کو آزاد کیا تو ملحقہ دونوں صوبوں کا مسئلہ اٹھا۔ سوال یہ تھا کہ شام آزاد ہو رہا ہے تو یہ صوبے کیوں نہ ترکی کو واپس کئے جائیں۔ مصطفٰے کمال خوب جانتے تھے کہ فرانس بھی دیگر اتحادیوں کی طرح دوسری جنگ میں کودنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ اس لئے انھوں نے یہ چال چلی کہ فوراً قونیہ پہونچے جو جنوبی ترکی فوج کا اڈا تھا۔ وہاں انھوں نے عمداً ایسی حرکتیں کیں جن سے فرانس کو یقین ہوگیا کہ ترک حاطے

Scanned by CamScanner

اور اس کے بعد صوبۂ اسکندروں پر حملہ کرنے والے ہیں۔ ترکی فوج کو اتنا قریب دیکھ کر ترکی آبادی اور عرب آبادی کے درمیان جھڑپیں شروع ہوگئیں۔ مجبوراً فرانس نے ترکی سے بات چیت شروع کر دی۔ اس بات چیت کی فضا ترکی کے حق میں تھی۔

ایک دن مصطفےٰ کمال ایک ہوٹل کی محفل رقص میں شریک تھے۔ برطانیہ اور فرانس کے سفیر بھی موجود تھے۔ ظاہر ہے کہ اس محفل کی فضا بڑی خوش گوار تھی۔ چنانچہ مصطفےٰ کمال نے از راہ گفتگو فرانس کے سفیر سے کہا کہ میں نے اپنی پارلیمان سے وعدہ کر لیا ہے کہ صوبۂ حاطے کو پہلے کی طرح ترکی میں مدغم کر لوں گا لیکن فرانس سے تعلقات بگاڑنا بھی نہیں چاہتا۔ مصطفےٰ کمال کو معلوم تھا کہ اختتام جنگ کے بعد لوٹ کی تقسیم کے سلسلے میں فرانس اور برطانیہ کے درمیان ناچاقی ہو چکی ہے۔ چنانچہ توقع کے مطابق برطانیہ کے سفیر نے مصطفےٰ کمال کی تائید کی کیونکہ برطانیہ اس سے وعدہ کر چکا تھا کہ وہ فرانس کے خلاف اس کی مدد کرے گا۔

فرانس کا سفیر حالات سے انجان تھا۔ اس نے

Scanned by CamScanner

کہا کہ بلاشبہ ان دونوں صوبوں میں ترکوں کی اکثریت ہے لیکن فرانسیسی حکومت کوئی فوری فیصلہ کرنے کے لئے بھی تیار نہیں ہے۔ مصطفےٰ کمال کو معلوم تھا کہ جرمنی نے رائن لینڈ فرانس سے واپس لے لیا اور فرانس کو خاموشی اختیار کرنا پڑی، پھر بھی فرانس کا وقار رکھنا ضروری تھا اس لئے مصطفےٰ کمال خاموش ہو گئے۔

ان صوبوں کی سرحدیں فرانسیسی ترکی اور شام سے ملتی تھیں لہٰذا طے پایا کہ صوبۂ حاطے کو داخلی امور میں خود مختار کر دیا جائے البتہ امورِ خارجہ اور مالیات کے معاملے میں یہ صوبہ شام سے منسلک رہے۔ عربی اور ترکی دونوں زبانیں سرکاری زبان ہوں۔ پھر یہ طے کیا گیا کہ حاطے کے مستقبل کے بارے میں باشندگان حاطے کی رائے شماری کرائی جائے۔ چنانچہ ترکی آبادی نے جس کی کثرت تھی یہ فیصلہ کیا کہ ان کے صوبے کو ترکی میں شامل کر دیا جائے۔ اسکندرون میں بھی ترکوں کی اکثریت تھی چنانچہ یہ صوبہ بھی ترکی میں مدغم ہو گیا۔ اس طرح جو مطالبات "قومی معاہدے" میں تھے ان کی تمام دفعات ترکی کے حق میں

پوری ہوگئیں۔

امورِ خارجہ میں مصطفےٰ کمال کی پیش بینی

فرانس اور برطانیہ سے تعلقات خوشگوار بنانے کے بعد مصطفےٰ کمال نے اپنے ہمسایہ ملک یونان پر توجہ کی۔ یونانیوں کی شکست کے بعد ترک یونانی علاقوں سے لائے گئے تھے اور ترکی کے یونانی یونان میں جا بسے تھے۔ اس ادلے بدلے سے دونوں ملکوں کے تعلقات بہت کشیدہ ہوگئے لیکن مصطفےٰ کمال محسوس کرتے تھے کہ ہمسایہ ملکوں سے ترکوں کے تعلقات خوشگوار ہونے چاہئیں۔ اس غرض سے انھوں نے سنہ ۱۹۳۰ء میں یونانیوں کے سربراہ وینی زلوز کو انقرہ مدعو کیا اور اس کے استقبال کے لئے انقرہ کی سڑکوں کو یونانی جھنڈوں سے سجایا گیا۔

یونانیوں کو ترکوں سے شکایت تھی کہ انھوں نے ایا صوفیہ کے گرجے کو مسجد بنا دیا تھا جس سے ان کی پرانی یادگار ختم ہوگئی تھی کیونکہ یہ گرجا یونانی کلیسا کے حامیوں کے لئے ان کے عقائد کا نشان تھا۔ اس گرجے کو سلطان محمد فاتح نے سنہ ۱۴۵۳ء میں بعد فتح قسطنطنیہ مسجد میں منتقل کر دیا تھا اور اس طرح ترکوں

Scanned by CamScanner

کی نظر میں یہ منتقلہ مسجد ترکوں کی عالی شان فتح کی نشانی بن گئی تھی لیکن مصطفےٰ کمال نے حکم دے دیا کہ عمارت ایا صوفیہ کو عجائب خانے میں منتقل کر دیا جائے جس سے یونانی بہت خوش ہوئے اور دونوں ملکوں کے درمیان دوستی کا ایک معاہدہ ہو گیا۔

یونان سے معاہدہ کرنے سے قبل مصطفےٰ کمال نے اٹلی سے دوستی کا معاہدہ کر لیا تھا حالانکہ ان کی نظر میں مسولینی کی کوئی وقعت نہ تھی اور وہ خوب جانتے تھے کہ اٹلی کا دانت ترکی پر ہے۔ چنانچہ انھوں نے پیشین گوئی کی تھی کہ مسولینی ایک نہ ایک دن سولی پر لٹکایا جائے گا۔ ان کی یہ پیشین گوئی بالکل سچی ثابت ہوئی۔ مسولینی کو صرف قتل ہی نہیں کیا گیا بلکہ اس کی لاش بھی ٹانگی گئی۔

جرمنوں کے متعلق مصطفےٰ کمال کی رائے

مصطفےٰ کمال کے ایک جرمن دوست نے ایک بار ان سے کہا تھا۔ "آپ نے اپنی قوم کو غلامی سے نجات دلائی لیکن ہٹلر نے آزاد لوگوں کو غلام بنا لیا!" اور مصطفےٰ کمال نے ہٹلر کی خود نوشتہ سرگذشت "مائن کیمف"

Scanned by CamScanner

(میری جدوجہد) کو پڑھ کر رائے زنی کی تھی۔ "اس کی زبان نہایت ذلیل ہے اور خیالات پاگلوں کے سے ہیں"!

روس کے متعلق مصطفےٰ کمال کی پیشین گوئی

روس میں اسٹالن برسر اقتدار تھا جس کے متعلق مصطفےٰ کمال نے کہا کہ ایسا وقت جلد ہی آنے والا ہے جب اس نادری حکومت کا خاتمہ ہو جائے گا اور تاریخ میں صرف اسٹالن کا نام باقی رہے گا، وہ بھی صرف اس کی بین الاقوامی حکمت عملی کی بناء پر۔ وہ روس کی طرف سے ہر وقت چوکنا رہتے اور تجارتی معاہدوں کے ساتھ سیاسی الجھنیں پیدا کرنے سے گریز کرتے۔ اسٹالن چاہتا تھا کہ ترکی مغربی حکومتوں کی طرف راغب ہونے کی بجائے روس سے رجوع کرے لیکن وہ کبھی ان چالوں میں نہیں آئے۔

بلقانی حکومتوں سے دوستی کا معاہدہ

اٹلی میں مسولینی کا عروج ساری بلقانی ریاستوں کے لئے ایک انتباہ تھا۔ وہ اس کی طرف سے چوکنا ہو رہی تھیں اور اس کا رویہ ان کے لئے پریشان کن

بنا ہوا تھا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاکر مصطفےٰ کمال نے ۱۹۳۴ء میں ان حکومتوں سے دوستی کا معاہدہ کیا، جس سے تمام یورپ میں ان کو بین الاقوامی شہرت حاصل ہوگئی اور الگزینڈر شاہ یوگوسلاویہ صرف ان سے ملنے کے لئے استنبول آیا اور اس نے ان سے وعدہ کیا کہ فوجی معاملات میں وہ ان کے مشوروں پر عمل کرے گا۔ مصطفےٰ کمال نے شاہ یوگوسلاویہ سے دوستی کے ثبوت میں اپنی متبنیٰ لڑکی صبیحہ کو یوگوسلاویہ بھیجا۔ جو ترکی کی سب سے پہلی ہوا باز خاتون تھی۔ بلقانی ریاستیں صدیوں تک ترکوں کی دشمن رہی تھیں لیکن اب مصطفےٰ کمال کے زور سیاست سے وہ ان کی ہم نوا تھیں اور ان کی دوستی سے ایک تقویت محسوس کر رہی تھیں۔

افغانستان، ایران اور عراق

ترکی کی مغربی سرحد محفوظ کرنے کے بعد مصطفےٰ کمال مشرقی سرحد کی متوجہ ہوئے۔ مشرق میں بجز روس کے بیشتر حکومتیں مسلمانوں کی تھیں جن میں سب سے طویل سرحد ایران کی تھی۔ مصطفےٰ کمال دس سال پہلے

Scanned by CamScanner

روس کے ذریعہ افغانستان کو دوست بنا چکے تھے۔
اب انھوں نے ایران کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔
ایرانی خلافت کے خاتمے کی وجہ سے کسی حد تک ترکوں سے ناراض تھے۔ اس کے علاوہ دوسرا مسئلہ کردوں کا تھا۔ کُرد اس وقت تین علاقوں میں بٹے ہوئے تھے یعنی ترکی ایران اور عراق لیکن شاہ ایران رضا شاہ پہلوی ان کا ثناخوان تھا اور ان کو سپہ گری اور تدبّر کا ایک نمونہ سمجھتا تھا۔
کوہ ارارات میں ایک پہاڑی تھی جو ترکی اور ایران دونوں کی سرحدوں کی حفاظت کے لئے بڑی اہم تھی اور دونوں حکومتوں کے درمیان متنازعہ تھی مصطفےٰ کمال نے تنازعہ کا فیصلہ قطعاً شاہ ایران پر چھوڑ دیا جس کا جواب رضا شاہ پہلوی کی طرف سے یہ کہہ کر دیا گیا۔
"مجھے صرف ایک معاملے سے دلچسپی ہے اور وہ معاملہ ہے ترکی سے دوستی کا ـــــ" نتیجہ یہ نکلا کہ دونوں ملکوں کے درمیان دوستی کا معاہدہ ہوگیا جس کا بیشتر حصّہ ترکی کے حق میں تھا۔
معاہدوں پر دستخط ہونے کے بعد رضا شاہ مصطفےٰ کمال سے ملنے ترکی آیا اور ان کو بھائی کہہ کر

Scanned by CamScanner

مخاطب کیا۔ چنکایا میں دعوت کی گئی۔ پھر شاہ ایران نے مغربی اناطولیہ کا دورہ کیا۔ راستے میں باشندگان اناطولیہ نے مصطفےٰ کمال اور شاہ کے سروں کو بوسہ دیا۔ واپسی پر مصطفےٰ کمال نے شاہ ایران سے کہا۔

"اگر کبھی میں اپنے عہدے سے معزول کیا جاؤں تو میری خواہش ہے کہ آپ مجھے اپنے دیگر افسران فوج کی طرح کوئی افسری عنایت فرمائیں!"

ایران کے بعد مصطفےٰ کمال عراق کی طرف متوجہ ہوئے جو صدیوں تک ترکی کے زیر نگیں رہ چکا تھا۔ ۱۹۳۰ء میں برطانیہ عراق کو آزاد کر چکا تھا۔ چند برسوں بعد عراق کا حکمراں شاہ فیصل انقرہ آیا۔ اس موقع پر جو اختلافات ترکوں اور عربوں میں تھے ان کو برطانوی سفیر کے ذریعہ دور کیا گیا اور معاہدۂ سعدآباد پر دستخط ہوئے۔ اس معاہدے میں ایران بھی شریک تھا۔ گویا یہ معاہدہ مشرق میں معاہدۂ بلقان کا ہم وزن تھا۔

دوسری عالمگیر جنگ کی پیشین گوئی

مصطفےٰ کمال حالات حاضرہ کو دیکھ کر آئندہ واقعات کا اندازہ لگانے میں ماہر تھے۔ ۱۹۳۴ء میں

جب مشہور امریکی جنرل ڈگلاس میک آرتھر مصطفےٰ کمال سے ملنے گیا تو مصطفےٰ کمال نے پیشین گوئی کی کہ ہم آج جس دور سے گزر رہے ہیں وہ بالکل عارضی ہے صلح یا التوائے جنگ کا دور قطعی چند روزہ ہے۔ پہلی عالمگیر جنگ کے بعد فاتح اتحادیوں نے مفتوحہ جرمنی پر جو صلح و رسائی ٹھونسی تھی اس میں یہ خیال نہ کیا تھا کہ جنگ کی اصل وجہ کیا تھی اور مفتوحہ قوموں کی ضروریات کیا ہیں؟ امریکہ نے صدر ولسن کی پالیسی کو چھوڑ کر۔ یورپ کو اس کے حال پر چھوڑ دیا تھا لیکن جاننے والے جانتے تھے کہ سات کروڑ جفاکش جرمن ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھنے والے نہیں ہیں۔ ان میں کسی نہ کسی دن کوئی شخص اٹھے گا جو اپنے پیغام سے قوم کی خوابیدہ جذبۂ قوم پرستی کو بیدار کر کے صلح نامۂ ورسائی کے پرخچے اڑا دے گا لہٰذا مصطفےٰ کمال نے کہا کہ دوسری عالمگیر جنگ ۱۹۴۰ء اور ۱۹۴۵ء کے درمیان شروع ہو جائے گی۔ چونکہ فرانسیسی قوم میں اب وہ خوبیاں باقی نہ رہی تھیں جو سپہ گری کے لئے ضروری ہوتی ہیں اس لئے برطانیہ کو آپ اپنی مدد کرنی پڑے گی۔ اسی سلسلے میں انھوں نے متنبہ کیا کہ اٹلی کی

Digitized By eGangotri

Scanned by CamScanner

خیریت اسی میں ہے کہ وہ آنے والی جنگ میں نہ کودے لیکن مسولینی کی بوالہوسی کے باعث اٹلی کو اس جنگ میں شریک ہونا پڑے گا۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ جرمنی بجز روس اور برطانیہ کے تمام یورپ پر قابض ہو جائے گا اور امریکہ بھی اس جنگ سے الگ تھلگ نہ رہ سکے گا۔ جب امریکہ جنگ میں شریک ہوگا تو جرمنی کو شکست کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن اصل فتح روس کے بالشیوں کوں کی ہوگی۔

روس کے متعلق انھوں نے کہا کہ میری قوم کا سب سے بڑا دشمن روس ہے جو برابر ہم پر حملے کرتا رہا ہے اس لئے ہم کو روس کی حرکات وسکنات پر گہری نظر رکھنی پڑتی ہے اور خود روسی بالشیوکوں کی نظر تمام مشرقی قوموں پر لگی ہوئی ہے جو اب بیدار ہو رہی ہیں۔ چنانچہ روسی ان قوموں کی بیدار قوم پرستی کی آڑ میں ان کو اکسائیں گے بالشیویک اب اس منزل پر پہونچ گئے ہیں جہاں سے وہ تمام یورپ اور ایشیا کو خطرے میں ڈال سکتے ہیں۔

مصطفےٰ کمال کی پیش بین نظر نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ سامراجیت صرف چند دلوں کی مہمان ہے۔ ان

Scanned by CamScanner

کی نظر میں دنیا کی خیریت اسی میں تھی کہ مختلف قومیں مل کر مقامی وفاقی حکومتیں قائم کریں تاکہ آئندہ چل کر ایک عالمگیر حکومت بن جاتی۔

مصطفےٰ کمال کی یہ تمام پیشین گوئیاں لفظ بہ لفظ صحیح ثابت ہوئیں، بجز اس کے کہ دوسری عالمگیر جنگ بجائے ۱۹۴۰ء کے ۱۹۳۹ء ہی میں شروع ہوگئی لیکن جنگ ایک سال قبل شروع ہو جانے کی وجہ وہ غیر معمولی حالات تھے جنھوں نے ہٹلر کو مجبور کر دیا۔

یہ پیشین گوئیاں کسی الہام کی بناء پر نہیں تھیں بلکہ محض اپنے دور کے جائزہ کا ایک بدیہی نتیجہ تھیں جس سے ان کے تدبّر اور پیش بینی کا ثبوت ملتا ہے۔

مصطفےٰ کمال کی شدید علالت اور موت

یوں تو مصطفےٰ کمال کی صحت ۱۹۳۷ء ہی سے گرنی شروع ہوگئی تھی لیکن موسم سرما آتے ہی حالت زیادہ بگڑنے لگی۔ مزاج بہت چڑچڑا ہو گیا۔ اس زمانے میں ان کی متبنیٰ لڑکی اُولو نے ان کی بڑی خدمت کی ان کو یہ دیکھ کر صدمہ ہوتا کہ لوگ عصمت کی مخالفت کرتے ہیں حالانکہ آگے چل کر اپنے مزاج کے

Scanned by CamScanner

چڑچڑے پن کی وجہ سے خود وہ بھی عصمت سے ناراض ہوگئے اور ایک دن غصّے میں انھوں نے عصمت کی جگہ جلال بیار کو وزیراعظم مقرر کر دیا۔

آخر ان کی حالت اتنی بگڑ گئی کہ صاحب فراش ہوگئے۔ پھر بھی ان کے انہماک میں کمی نہیں ہوئی۔ برطانوی سفیر برابر ان کی عیادت کے لئے آتا تھا اور گھنٹوں بیٹھا رہتا۔ مصطفےٰ کمال اس حالت میں بھی اس سے کچھ نہ کچھ سیکھتے یا کوئی نئی بات اس کو بتالتے، جو کچھ ان سے کہا جاتا اس کی کرید کرتے۔

بد پرہیزی سے صحت اور خراب ہوگئی۔ مجبور ہوکر وہ ساحلی شہر یالووا گئے کہ شاید سمندری آب وہوا سے کچھ فائدہ پہونچ جائے لیکن جب یہاں بھی کوئی فائدہ نہ ہوا تو وہ بروسا چلے گئے۔ بالآخر انھیں استنبول واپس آنا پڑا۔

بیماری کی شدت میں فرانس سے ڈاکٹر فسینگر کو بلایا گیا جو امراض معدہ وجگر کا ماہر تھا۔ یہ ڈاکٹر ہر وقت ان کے پاس رہتا اور ان کو تسکین اور دلاسا دیتا رہتا لیکن جلد ہی یہ ڈاکٹر پیرس واپس ہوگیا کیونکہ بقول اس کے۔ "اگر میں ایک دن بھی

Scanned by CamScanner

ٹھہر جاتا تو مجھے مریض کی تابعداری کرنی پڑتی کیونکہ اس کی قوت ارادی بڑی مضبوط ہے۔"

کچھ دنوں بعد انھیں ایک بڑی کشتی موسومہ سوارونا میں سوار کرکے سمندر میں لے جایا گیا کیونکہ سمندری آب و ہوا کے منفعت بخش ہونے کا خیال تھا مگر ان کی حالت بد سے بدتر ہوتی گئی۔ اس لئے طے کیا گیا کہ ان کو دولما باغچی محل میں واپس لایا جائے۔

ڈاکٹروں کا مشورہ تھا کہ وہ چلنے پھرنے سے گریز کریں اور انھیں بیمار ڈولی میں محل میں لایا جائے لیکن وہ نہیں مانے اور پا پیادہ محل میں داخل ہوئے۔

جب انھیں اپنی موت کا یقین ہوگیا تو انھوں نے اپنے سیکریٹری علی رضا کو بلاکر وصیت نامہ ٹائپ کرایا۔ جس کا خلاصہ یہ تھا:۔

(۱) ان کی تمام ملکیت مع چنکایا عوامی جماعت کو دے دی جائے جس کا انتظام عیش بینک کرے۔

(۲) ملکیت کی آمدنی مقررہ تعداد میں

Digitized By eGangotri

Scanned by CamScanner

ان کی بہن مقبولہ اور متبنیٰ لڑکیوں
میں تقسیم کی جائے۔

(۳) ان کی متبنیٰ لڑکی صبیحہ کو اتنی رقم
دی جائے کہ وہ اپنے لئے ایک
مکان خرید سکے۔

(۴) مقبولہ اپنی زندگی بھر اپنے مکان
واقع چنکایا میں رہے۔

(۵) ایک رقم عصمت انونو کے بچوں کی
تعلیم کے لئے مخصوص کی جائے۔

(۶) بقیہ رقم مساوی تعداد میں ان لسانی
اور تاریخی سوسائیٹوں میں تقسیم ہو
جو انھوں نے قائم کی تھیں۔

اب ڈاکٹر فسینگر فرانس سے واپس آگیا تھا۔ اس
نے ان کے جسم کا بغور معائنہ کیا اور پیٹ سے
کافی مقدار میں پانی نکالا ——— مرض شدت
اختیار کرتا جا رہا تھا مگر وہ اس حالت میں بھی
برابر اخبار پڑھتے رہے اور کاغذات پر دستخط
بھی کرتے رہے۔

چونکہ قیام جمہوریہ کی پندرہویں برسی

Scanned by CamScanner

قریب تھی اس لئے انھوں نے اپنے تیمارداروں سے کہا کہ مجھے انقرہ لے چلو تاکہ میں اپنی تقریر مرتب کر سکوں لیکن ڈاکٹر ایسے سفر کے خلاف تھے۔ آخر نیا وزیراعظم جلال بیار ان کے پاس پہونچا اور اس نے ان کی تقریر انھیں پڑھنے کے لئے دی جس کی انھوں نے اصلاح کی اور وہ دوبارہ صاف کرائی گئی۔

جمہوریہ کی پندرہویں سالگرہ کا دن آیا تو استنبول کے مکتبِ عسکریہ مدرسے کے چند طلباء کشتی میں بیٹھ کر محل کے کنارے پہنچے اور انھوں نے مصطفٰے کمال سے ملاقات پر ضد کی۔ انھوں نے جب طلباء کے نعرے سنے تو خود ایک متحرک کرسی پر بیٹھ کر کھڑکی تک آگئے جس سے طلباء کی تسکین ہوگئی۔

نقل و حرکت سے معذوری کے باعث سوال پیدا ہوا ان کی جانشینی کا؟ چنانچہ انھوں نے عصمت کو بلانے کا حکم دیا لیکن انھیں بتایا گیا کہ عصمت بیماری کے باعث انقرہ سے سفر نہیں کرسکتا جس سے انھیں شبہ پیدا ہوا کہ مبادا

Scanned by CamScanner

عصمت فوت ہوگیا کیونکہ انقرہ میں یہ افواہ پھیلی ہوئی تھی کہ جلال بیار اور اس کے دوست مصطفےٰ کمال کی موت کے بعد حکومت پر ہاتھ مارنے کی سازش کر رہے ہیں اور عصمت انونو کی جان بھی خطرے میں ہے لیکن یہ افواہ بے بنیاد ثابت ہوئی کیونکہ جلال بیار بڑا دیندار آدمی تھا اور وہ خوب جانتا تھا کہ عصمت اس سے کہیں زیادہ مقبول ہے۔

۶ر نومبر ۱۹۳۸ء کو مصطفےٰ کمال آخری مرتبہ اپنے بستر سے اٹھے۔ اپنا ہاتھ انھوں نے عفت اور دوسرے تیمارداروں کی طرف بڑھایا جنھوں نے اس کے بوسے لئے۔ دوسرے دن ڈاکٹروں نے پھر پیٹ سے پانی نکالا جس سے وہ بے ہوش ہوگئے درمیان میں ایک بار آنکھ کھولی اور پھر غشی طاری ہوگئی اور ایک دن گزر کر رات آئی تو نصف شب کو جان کنی کی سی کیفیت نظر آنے لگی۔

ان کی موت سے تین چار دن پہلے عصمت کی جانشینی کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ فوزی پاشا عصمت کی برابری کر سکتا تھا لیکن اس کے حق میں بخوشی دست بردار ہوگیا تھا اس لئے متفقہ طور پر عصمت

Digitized By eGangotri

Scanned by CamScanner

ہونے والے صدرِ جمہوریۂ ترکی تھے۔

جب ان کی سانس اُکھڑ گئی تو دو ڈاکٹر پیروں کی مالش کرتے رہے۔ آخر ۱۰ ر نومبر ۱۹۳۸ء کو انھوں نے نو بجے دن کے بعد آخری مرتبہ آنکھ کھولی اور پھر تکیہ پر گر کر راہیٔ ملک بقا ہو گئے۔

ان کی موت کی خبر جب قسطنطنیہ پہونچی تو کم سن لڑکیوں نے اپنی چوٹیوں کے فیتے اتار پھینکے۔ عورتیں روتی ہوئی اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرتی ہوئی سڑکوں پر نکل آئیں —— ان کی تصویریں دیواروں پر آویزاں تھیں جن پر ہار پڑے ہوئے تھے۔

لاش خوشبو اور مسالوں سے معطر کر کے جھاڑ فانوس کے نیچے رکھ دی گئی اور انھیں گل کر دیا گیا تھا۔ تابوت ترکی جھنڈے میں لپیٹ کر رکھ دیا گیا تھا جس پر چھ شمعیں روشن تھیں۔ یہ تابوت تین دن تک اسی طرح رکھا رہا۔ لاکھوں ترک آ آ کر تابوت کا طواف کرتے اور رو رو کر کہتے "اتا۔ اتا" آخری رات باشندگانِ استنبول نے سڑکوں پر گزاری بلکہ بعض لوگ درختوں پر بھی چڑھ گئے اور برابر ان کی مغفرت کی دعا کرتے

Digitized By M.M.B.

Scanned by CamScanner

رہے۔ لاش کے آخری دیدار کا وقت آیا تو بعض لوگ مسجدوں کے میناروں پر چڑھ گئے۔ ان کی بہن مقبولہ کی خواہش پر استنبول میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ پھر تابوت کو ایک توپ گاڑی پر رکھ کر جلوس نکالا گیا جس کو سپاہی کھینچ رہے تھے۔ یہ تابوت آہستہ آہستہ سمندر کے کنارے پہنچا۔ ایک افسر اپنے ہاتھ میں ایک تمغہ لئے تابوت کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔

ساحل پر ایک آبدوز کشتی موجود تھی جس پر تابوت کو رکھ کر جنگی جہاز "یاوُوز" پر لایا گیا۔ جہاز کے اردگرد متعدد یوروپین اقوام کے جنگی جہاز جمع تھے جن میں برطانوی جہاز "ملایا" خاص طور سے نمایاں تھا۔ یہ وہی جہاز تھا جس میں سوار ہوکر آخری سلطان روم وحیدالدین فرار ہوئے تھے۔ ان تمام جہازوں نے توپوں سے سلامی دے کر "یاووز" کو رخصت کیا۔

ازمت پہنچ کر شام کے وقت تابوت کو مصطفےٰ کمال کے بحی سلون میں رکھا گیا جو صدارتی سفید اسپیشل ٹرین سے لگا دیا گیا تھا۔ راستے بھر اناطولیہ کے

Digitized By M.Y.M.B.

Scanned by CamScanner

ہزاروں دیہاتی ریل کی پٹڑیوں پر کھڑے ہو کر آہ و بکا کرتے رہے مگر "اتا" کے تابوت کا ایک نظارہ ہی ان کے حصّے میں آسکا۔

Digitized By M.Y.M.B.

مطبوعہ فیروز سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ لاہور۔ باہتمام عبدالسّلام پرنٹر اور پبلشر

Scanned by CamScanner

اِسلامی شخصیّات

پیارے نبیؐ	رؤف الرحیم	پاک بی بیاں	حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ
حضرت عائشہ رضؓ	حضرت امام حُسین رضؓ	حضرت ابوبکر صدیق رضؓ	حضرت عمر رضؓ
حضرت عثمان رضؓ	حضرت علی رضؓ	حضرت موسیٰ ؑ	حضرت عیسیٰ ؑ
امام اعظم رحؒ	امام شافعی رحؒ	امام احمد بن حنبل رحؒ	امام ابن تیمیہ رحؒ
امام رازی رحؒ	امام غزالی رحؒ	حضرت خالد بن ولید رضؓ	حضرت عُمر بن عبدالعزیز رحؒ
محمد بن قاسم	طارق بن زیاد	صلاح الدّین ایوبی	مسلمان امیر البحر
حضرت مجدد الف ثانی رحؒ	حضرت داتا گنج بخش رحؒ	خواجہ قطب الدّین بختیار کاکی رحؒ	حضرت نظام الدّین اولیاءؒ
حضرت غوث الاعظم رحؒ	حضرت بہاؤالدّین زکریا رحؒ	خواجہ معین الدّین چشتی رحؒ	شاہ عبداللّطیف بھٹائی رحؒ
حضرت بوعلی شاہ قلندر رحؒ	بابا فرید گنج شکر رحؒ	ابنِ سینا	ابنِ رشد
ابنِ عربی	سلطان محمد فاتح	سلطان ٹیپو	علاؤالدین خلجی
سراج الدّولہ	شاہ جہان	اورنگ زیب عالمگیر	جہانگیر
نورجہان	رضیہ سلطانہ	محمود غزنوی	سلیمان اعظم
امیر تیمور	امیر خسرو رحؒ	مولانا رُوم	مولانا احمد رضا خان
سید جمال الدّین افغانی	کمال اتاترک	شاہ ولی اللہ	سید احمد شہید
البیرونی	ہارون رشید	شیر شاہ سوری	چاند بی بی
علامہ اقبال رحؒ سوال و جواب میں	قائداعظم رحؒ سوال و جواب کی روشنی میں	ٹیپو شاہ رحؒ	قائداعظم رحؒ محمد علی جناح

بہادر شاہ ظفر

فیروز سنز لمیٹڈ
لاہور - راولپنڈی - کراچی

969 0 00455 7

Rs. 100.00

Scanned by CamScanner